

لہرانگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے

رجسٹرڈ ایبل نمبر ۲۶۵

بیادگار عظیم قوم حضرت اناطلو احمد رضا بگوی

مجلس کزیز حزب الانصار بھیرہ وادارہ عالیہ محمدیہ کا ترجمان  
ماہنامہ

# شمس الاسلام

قیمت سالانہ  
معاونین سے پانچ روپے  
عوام سے تین روپے  
طلبہ سے ۱ روپے

جلد ۱۶ بھیرہ پنجاب رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ مطابق ستمبر ۱۹۴۵ء نمبر ۹

## فہرست مضامین

نمبر	نام مضمون	صاحب مضمون	نمبر	نمبر	نام مضمون	صاحب مضمون	نمبر
۱	درس حیات	از جناب کامل القریشی مہوچھاونی	۲	۴	رد مرزائیت	از مرکز تنظیم اہل سنت لاہور	۱۷
۲	مسئلہ خلافت	ادارہ	۳	۵	استغناءات	ادارہ	۲۸
۳	لیج آبادی کی ہرزہ بازی کا جواب	از جناب مولانا سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل	۱۰	۶	اشتہارات		

**دارالعلوم غزنیہ** - ۵۰ رشوال کو تعطیل کے بعد افتتاح ہوگا۔ نئے سال کے طلبہ کا داخلہ بہ رشوال الکریم مکہ ہنگا طلبہ کو چاہیے کہ مستقبلہ مدت سے پہلے جان مسجد بھیرہ میں پہنچ جائیں۔ اس تاریخ کے بعد بوجہ عدم تلاش کسی طالب علم کو داخل نہ کیا جائیگا تو کانٹن دارالعلوم اس معاملہ میں معذور ہوں گے۔ اور جو طلبہ کسی عارضہ کی بنا پر اس تاریخ کو نہیں پہنچ سکتے۔ وہ پیرایہ کارڈ اپنی آمد کی اطلاع مرکز میں دیں۔ تاکہ ان کی جگہ رکھی جائے۔

**دارالافتاء** کی تعمیر کا کام ملتوی رہا ہے۔ حال ہی میں ایک نیا کمرہ تعمیر کرانیر کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ نئے سال میں طلبہ کے لئے مزید گنجائشیں مل سکیں۔ ارباب کرم سے درخواست ہے کہ اس مدتہ جاریہ میں مالی شرکت فرما کر عند اللہ ماحد ہوں۔

ترتیبی نہ رکھتا ہے۔ افتخار احمد بگوی۔ امیر حزب الانصار۔ بھیرہ (پنجاب)

# درس حیات

تخمینس برہم جناب اسد صاحب ملتان

(از جناب کامل القریشی ہو چھاؤنی)

مرد میدان شہادت کا الم ہم کیوں کریں بے سبب یوں گریہ و زاری پیہم کیوں کریں  
 اس طرح شیرازہ ملت کو برہم کیوں کریں اہل دل قربانی شہیر کا غم کیوں کریں  
 زندہ جاوید ہو جانے کا ماتم کیوں کریں  
 بولتی تصویر میں ہم بھر کے خاموشی کا رنگ ڈال کر امید کے نقشے پر مایوسی کا رنگ  
 غلبہ حق پر چمٹھا کر ایک مغلوبی کا رنگ دے کر اس مردانہ قربانی کو مظلومی کا رنگ  
 ہم شہید کر بلا کی شان کو کم کیوں کریں  
 زندہ حق بیٹے بھتیجے کر دیئے شہیر نے اور ظلم نادر و اخود بھی سب شہیر نے  
 رفیع جنت کے لئے طعنے سنئے شہیر نے سرکٹ یا کس سکون و صبر سے شہیر نے  
 روکے آس جمعیت خاطر کو برہم کیوں کریں  
 دہریوں یوں تازہ اپ کر جائیے یا حسین صبر و استقلال سے دہرائیے یا حسین  
 روز و شب مل کر کریں ہم آئیے یا حسین زندگی کا جزو ہو ہونی چاہیے یا حسین  
 ہم آسے محدود ایام محرم کیوں کریں  
 ایسے مرنے پر نہ ہو قربان کیوں کر زندگی راہ حق میں جان دینا ہے حیات دائمی  
 کر بلا کا واقعہ ہے حق کی فتح واقعی جب ظفر مندی شہیدوں ہی کے حصے میں رہی  
 دل کو پُر غم کیوں کریں آنکھوں کو پر غم کیوں کریں  
 کیوں نہ حق گوئی کریں اذکار کا زب کی بجائے راہِ ناحق کیوں چلیں راہ مناسب کی بجائے  
 مرثیہ خوانی کریں کیسے مناقب کی بجائے ہم مناقب ہی سنائیں گے مصائب کی بجائے  
 داستان فتح کو افسانہ غم کیوں کریں  
 سرسرا فسر دگی چھاتی ہے دل کے جوش پر واقعی اک موت سی آتی ہے دل کے جوش پر  
 آہ و زاری رنگ لاتی ہے دل کے جوش پر آنسوؤں سے اوس پڑ جاتی ہے دل کے جوش پر  
 زخم درد انگیز کو مر ہوں مرہم کیوں کریں  
 امتحان عزم و خود داری کا میدان چھوڑ کر صبر و استقلال و پامردی کا میدان چھوڑ کر  
 خدمتِ اشرار و قمار کا میدان چھوڑ کر ہر دشمن اور حال مادی کا میدان چھوڑ کر

گدیہ و زاری کے گوشے کی طرف دم کیوں کہیں  
 لازم و ملزوم ہے تقلید ممنون حسینؑ  
 جذبہٴ ایثار بھی اپنا ہے مرہون حسینؑ  
 ہم کو ہونا چاہیئے دراصل ممنون حسینؑ  
 زندگی کا درس دیتا ہے ہیں خون حسینؑ  
 موت کا سامان مرد و کمہ فراہم کیوں کہیں  
 یرگہائے نخل جرأت جن کو ہونا چاہیئے  
 غنچہ ہائے باغ ہمت جن کو ہونا چاہیئے  
 بوئے گل ہائے شجاعت جن کو ہونا چاہیئے  
 گلبن باغ شہادت جن کو ہونا چاہیئے  
 وہ جوانانِ چمن تقلیدِ شبنم کیوں کہیں  
 آؤ ہم بھی عیش کو اپنے لئے کہیں حرام  
 آؤ ہم بھی کر دکھائیں اب جہاں میں کوئی کام  
 آؤ اس سے دور گیتی کا بدل ڈالیں نظام  
 جذبہٴ ذوقِ عمل کو نذرِ ماتم کیوں کہیں  
 قدم ہستی میں ہو کر آشنائے جزر و مد  
 ساحلِ مقصد کی کر دی ہے مقرر ایک حد  
 اپنا شیوہ نہیں کامل کہیں پھر مدد و مدد  
 آسودہ شبیر اپنے سامنے ہے اسے اسد  
 پیشِ باطل گردنِ تسلیم کو خسم کیوں نہ کریں

## مقالات

# مسئلہ خلافت

ایک ایسی خلافت کی تاسیس کا سامان پیدا کر دیا۔ جو  
 شروع سے لے کر اخیر تک منہاجِ نبوت کے عین مطابق اور  
 مسابکِ رسالت سے طابق النعل بالنعل تھی جس جماعت  
 کے ہاتھوں خلافت راشدہ قائم ہوئی۔ یہ وہی جماعت  
 تھی جسے خداوند تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ورضوانہ  
 (خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں) کا بڑی  
 مبارک فیض عطا فرمایا تھا۔ جن کی سیرت مقدسہ پر خداوند  
 تعالیٰ کا ادنیٰ پیغام شاہد ہے۔

واللہ بن عبد اللہ اشدُّ اُلو علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اَللّٰہُمَّ رَحْمَةً بَيْنَهُمْ وَابْنَهُمْ اَللّٰہُمَّ رَحْمَةً بَيْنَهُمْ وَابْنَهُمْ  
 رَحْمَةً بَيْنَهُمْ وَابْنَهُمْ اَللّٰہُمَّ رَحْمَةً بَيْنَهُمْ وَابْنَهُمْ  
 اللہ ورضواناۃ سبھاہم فی ہر بان ہیں۔ اور تو ان کو

جب حضور سرورِ عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر  
 خداوند تعالیٰ نے اپنی نعمت تمام کر دی۔ اور حضور کے  
 ہاتھوں شریعتِ مطہرہ پایہٴ تکمیل کو پہنچ چکی ابراہیم و ہر  
 کے لئے مساوات کے اصولوں پر ضابطہٴ شریعت مکمل  
 ہو چکا، احکامِ الہیہ کے فطری قوانین پر حکومت کی تائیس  
 ہو چکی حضور کی بعثت کی غرض و غایت پوری ہوئی۔ تو  
 قدرتی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب متوہج  
 الشریف الاعلیٰ کے وصال کی طلب ہوئی۔ اور حضور  
 دنیا سے فانی سے دار البقا کی طرف تشریف لے گئے  
 بھی حضور کا جسم اطرشِ نبوت کے پروانوں سے  
 اوچھل بھی نہیں ہوا تھا۔ کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے  
 ادنیٰ و مدد استخفاف کے مطابق مسابکِ کام کے ہاتھوں

وَجُوهِهِمْ مِنَ التَّوْبَةِ السَّجْدَةِ پاتا ہے بحالت رکوع وسجود اور ان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی جستجو کرتی ہے سجدہ سے اثر سے ان کی پٹیاں انوار الہی سے چمک رہی ہیں۔

صحابہ کرام کی اس مقدس جماعت نے اپنی رہنمائی کے لئے بن خلفائے یکے بعد دیگرے انتخاب کیا وہ انتخاب بغیر تائید ایزدی کے ناممکن تھا سب سے پہلے خلافت کا تاج اس شخص کے سر پہ رکھوایا جو اس وقت کے انسانوں میں افضل البشر اور ہر اعتبار سے صداقت کا پیکر اور اخلاص کا نمونہ تھا۔ جسے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر امتحان میں آزمائے کے بعد برحق کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ جنہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنے حسن تدبیر سے نہ صرف عرب سے باہر کی فتوحات کی بنیاد رکھی بلکہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد مدعیان نبوت کے دجل و فریب اور مرتدین کے نامہ دہلو کو نہ صرف دین سے اکھڑھینکا اور اپنے بعد ہونے والے جانشین کے لئے فتوحات کے سب راستے صاف کر دیئے۔ اور واصل باللہ ہونے سے پہلے اپنا جانشین ایسے شخص کو بنا گئے جس سے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا اور جس کا خدا دادہ عجب جبرقت اعداء اسلام کو لمہ نہ بر اندام دکھاتا تھا۔ جس نے اپنے مختصر سے زمانہ خلافت میں قبضہ کسریٰ کی شاہنشاہیوں کا کاٹاٹا لٹ دیا۔ اور قصریٰ کا شاہنشاہی نشان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ ترین غلام کو پہنایا اور جس نے کفر و طاغوت کی سرزمین میں اسلام کا پرچم ہمیشہ کے لئے بلند کر دیا۔ جو اپنے عدل و انصاف کے وصف اور کفر و اسلام کے درمیان حد قائل متعین کر دینے کے باعث "فارق اعظم" کے لقب سے ملقب ہوا۔

آپ کے بعد صحابہ کیا کہ نظر انتخاب اکثر شخص برپری جو اپنے خدا واد تدبیر اور حلم و وصف میں ممتاز ترین انسان

تھا جس نے اپنے زمانہ خلافت میں خلافت راشدہ کے ڈانڈے یونس سے لے کر کابل تک ملائیئے۔ جو دود فخر خاندان نبوت کے مشکوٰۃ سے منور ہونے کے باعث ذوالنورین کے لقب سے مشرف ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد اسی مقدسین کی جماعت نے اس شخص کو حضرت عثمان ذوالنورین کا جانشین منتخب کیا۔ جس کے سینہ فیض گنجینہ کو خداوند عالم نے علوم و فنون و اسرار شریعت کا مخزن بنایا تھا۔ جو اپنی گونا گوں خوبیوں اور بوقول مناقب کے باعث اس وقت صحابہ کرام میں بہترین انسان تھا جس نے اپنی شجاعت و اسدالہی کا سکہ اعداء اسلام کے دلوں میں بٹھا دیا۔ جس نے اپنی بے پناہ شجاعت کے باعث سرور عالم کی زبان وحی ترجمان سے اسد اللہ کا خطاب حاصل کیا۔

خلفائے اربعہ کی خلافت پر قرآنی شہادۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو خلافت قائم ہوئی اہل سنت و الجماعہ اس خلافت کو "خلافت راشدہ" کہتے ہیں۔ یعنی وہ خلافت جو نبوت کے قائم کردہ اصولوں پر مناد و آخرہ اعتقاداً و عملاً قائم رہی۔ اور جو بعد میں بننے والی نسلوں کے لئے باعث رشد و ہدایت تھی۔ اس خلافت کی عمر بہت عطا ہر سنت حسب قرآن نبوی تیس سال تھی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شروع ہوئی۔ اور اس کا خاتمہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر ہو گیا۔ قرآن کریم میں خداوند تعالیٰ نے صحابہ کرام سے جو خلافت قائم کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس خلافت کا مصداق یہی خلافت راشدہ ہی تھی۔ اس سے انکار محض ہٹ دہرمی اور اپنی جہالت کا اقرار کرنا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

قَبْلَهُمْ وَكَيْلَافَ لَهُمْ دَيْنَهُمَا لَنْ يَازْتَفَى لَهُمْ  
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ إِنَّهُمْ  
(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان  
لائے اور آپھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت  
دے گا جیسی اُس نے پہلوں کو دی۔ اور ضرور ان کے لئے  
جمادے گا۔ ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا اور  
ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

اب میں شیعہ سے سوال کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ  
نے جس خلافت کا وعدہ اس قدر تحقیق کے ساتھ فرمایا۔  
وہ کیسے پورا ہوا۔ اس آیت کی تفسیر کرتے وقت خدا کے  
اس وعدہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے حضرات خلفائے  
ثالثہ (حضرت ابو بکر، عمر و عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم  
اجمعین کے فضائل کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اس آیت میں  
عدہ خلافت صرف ان مؤمنین صالحین سے جو بوقت نزول  
قرآن دنیا میں موجود تھے۔ اگر اس آیت کا مصداق مؤمنین  
بوقت نزول آیت کو نہ مانا جائے۔ بلکہ بعد میں آنے والے  
مؤمنین مراد ہوں۔ تو لفظ "مِنْكُمْ" بے کار ہو جائیگا۔  
اور قرآن کریم جیسی فصیح و بلیغ کلام میں کوئی لفظ بیکار اور  
بہل درج نہیں ہو سکتا۔ آیت مندرجہ بالا سے ظاہر ہے

کہ استخلاف فی الامض، یعنی دین اور امن ان لوگوں کو  
حاصل ہوگا جو حاضرین میں سے آمنوا و عملوا الصالحات کی  
صفت کے مصداق ہوں گے۔ باتفاق فریقین اہل سنت و  
شیعہ (یعنی یہ دونوں نعمتیں صرف خلفائے ثالثہ یعنی حضرت ابو بکر  
حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم  
اجمعین کو ہی نصیب ہوئیں۔ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق سیدنا  
علی کرم اللہ وجہہ کو کم تکمیل دین بھی حاصل تھا۔ یعنی آپ اپنے  
زمانہ خلافت میں تقیہ پر عمل کرتے رہے اور اپنے دین کی  
ترتیب پر قادر نہ ہو سکے۔ اس کی تفصیل شمس الاسلام  
کے گذشتہ نمبر میں گذر چکی ہے۔ لہذا خلفائے ثلاثہ رضوان

علیہم اجمعین کو یومین و صالح تسلیم کئے بغیر قرآن کا یہ وعدہ  
سچا نہیں کہا جاسکتا۔

**خلافت رضوی کے متعلق شیعہ کا عقیدہ** { اہل سنت تو حضرت  
کو اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ مگر شیعہ کے نزدیک  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت اس آیت کا مصداق نہ تھی۔  
آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں نہ اپنے دین کا نافذ کیا۔ نہ دین  
ابراہیمی قائم کیا۔ نہ بدعات کو مٹایا۔ نہ ہی مقام ابراہیمی اپنی  
صحیح جنگ پر قائم کیا۔ نہ جن لوگوں کے حقوق غصب ہو چکے تھے  
ان کو ان کے حق دلوائے۔ نہ نہ نابینا صرام بہم کو مٹانے  
کی کوشش کی۔ نہ خمس رسول کو اپنے صحیح مصرف پر لگایا۔  
نہ ہی نماز جنازہ کی چار تکبیروں کی جگہ پانچ تکبیرات کو رواج  
دیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے زمانہ حکومت میں بھی  
لوگوں کو قرآن حکیم کے احکام پر چلنے کی ہدایت تک نہ کی  
ان سب احکام شریعت سے پہلو تہی کرنے کی وجہ پر جو جب  
کتب شیعہ صرف یہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس بات کا  
خوف تھا کہ اگر میں لوگوں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر  
کا فریضہ ادا کروں تو۔

لتفراق عني جذی حتی ابقي وحدی او قلیل من ضیعق  
(فرع کافی جلد ۳ صفحہ ۳۰)  
میرا تمام لشکر مجھے چھوڑ جائے اور میں اکیلا رہ جاؤں  
بامعذتے چند شیعہ خیال کے لوگ میرے ساتھ باقی رہ  
جائیں۔

قارئین کرام! تیئوں کے ان عقائد اور آیت استخلاف کا  
مقابلہ کر کے خود ہی فیصد کر لیں کہ جب علی کا زبانی دعویٰ  
کرنے والوں اور ان کی دوستی کا خالی ڈھول پیٹنے  
والوں کا مسلک کہاں تک قرآن کے مطابق ہے۔

**قرآن کا ارشاد** { شیعہ کے عقیدہ کا ابطال قرآن مجید  
کی آیت استخلاف سے ظاہر ہے اور

انصار کو حاصل ہے۔ اور وہ کسی آدمی پر اتفاق کر جائیں اور اسے اپنا پیشوا بنالیں تو اس کا ان کو پورا اقدار ہے۔

اگر شیعوں کے الزامات کو صحیح تصور کیا جائے تو ان سے تو حضرت علیؑ بھی جرائم میں شریک نظر آتے ہیں جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی انہوں نے خلفائے ثلاثہ کے احکام و سنن کو قائم رکھا۔

شیعوں کی بڑھاپا (شیعوں پر ہر زمانہ میں اس سوال کے جواب تلاش کرتے رہے۔ سب سے پہلا جواب تو دی ہے جو شمس الاسلام کی گذشتہ اشاعت میں کتب شیعہ کے حوالہ سے دیا گیا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تقیہ پر عامل تھے۔ اور تقیہ کا رتبہ اب ہے۔ اور اپنی حکومت کے زمانہ میں خلفائے ثلاثہ کے طرز عمل پر اس لئے قائم ہوئے کہ کہیں اہل اسلام مجھے خلافت سے علیحدہ نہ کریں۔ گویا آپ کو بقول شیعوں احقاق حق و ابطال باطل و اشاعت اسلام کے مقابلہ میں اپنی حکومت نہ یادہ عزہ یز تھی۔

آج کی اشاعت میں ہم تائیدین کرام کو بتانا چاہتے ہیں کہ شیعوں نے اس اعتراض کے جواب میں ایک اور حدیث بھی وضع کر لی ہے۔ جسے حدیث وصیت کہتے ہیں۔ اس حدیث وصیت کی رو سے اہل سنت کے سوال کا جواب دینے کی سعی لا حاصل کرتے ہیں۔ مگر اس جواب کو ہم "عذر گناہ بدتر از گناہ" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

شیعوں کی وضع کردہ حدیث وصیت کے کتاب کافی مع شرح صافی کتاب الحجۃ ۲۴۹ پر حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک روایت منسوب کی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا:-

نزلت الوصیۃ من عند اللہ کتاباً صجلاً نزل بہ

اور قرآن کی رو سے میدنا علی کرم اللہ وجہہ استخلاف فی الارض کی نعمت سے بفضلہ تعالیٰ الامال ہوتے۔ جس دین کو آپ نے رائج کیا وہی خدا کا پسندیدہ دین تھا۔ ان کے دل میں کسی کا خوف و ہراس نہ تھا۔ وہ اس کی نعمت سے الامال تھے۔

شیعوں کے پاس اس امر کا کوئی جواب نہیں لگا کر نعوذ باللہ ان کے عقیدہ کے مطابق حضرات خلفائے ثلاثہ غاصب اور ظالم تھے۔ اور ان کا دین خدا کا دین نہیں تھا اور ان کا طرز عمل قرآن کے خلاف تھا۔ تو اسد اللہ القلوب نے ان کی بیعت کیوں کی۔ ۲۳ سال ان کے پیچھے نمازیں کیوں پڑھیں۔ مال غنیمت سے حصہ لیتے رہے۔ خلفائے ثلاثہ کے مشورہ میں شریک رہے۔ حضرت امیر معاویہ کے مقابلہ میں صحابہ کرام کے انتخاب خلفاء کو اپنی خلافت کی حقانیت پر بطور حجت شرعی پیش کیا۔ اور اس طرح اپنے قول سے ثابت کر دیا۔ کہ صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یکے بعد دیگرے خلیفہ منتخب کر کے صحیح اقدام فرمایا چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف تحریر فرماتے ہیں:-

انہ با یعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علی صا با یعواہم علیہ فلم یکن للشاہدان ینحار ولا للغائب ان یزواہما الشوری للہا جریین ولا لاضاد فان اجتمعوا علی رجل وسموا کا اصا صا کان ذالک رضی۔ (فتح البلاغۃ جلد دوم مٹ)

(ترجمہ) اے معاویہ میرے ہاتھ پر اس قوم نے بیعت کی ہے جس نے حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور بیعت بھی اپنی شرطوں کے ساتھ مشروط ہے جو ان کے لئے تھیں۔ اس بیعت کے بعد حاضر کے لئے اقدار کرنے اور غائب کے لئے رو کر دینے کا کچھ اختیار نہیں شوری کا حق صرف ہاجرین اور

جبرئیل مع اضاء اللہ تبارک و تعالیٰ من الملائکۃ۔  
(ترجمہ) خداوند تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل شدہ وصیت  
جبرئیل علیہ السلام امین فرشتوں کے ساتھ لے کر نازل  
ہوئے۔

یہ سہ ماہیہ جبرئیل کس شان سے لے کر  
آئے اور اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دستخط کر کے  
کا کیا اہتمام کیا جاتا ہے۔

فقال جبرئیل یا محمد باخراج من عندک ولا  
وصیک لتقبضنا وتشہدنا بدفعک ایاہا ایہ  
ضامنا لہا یعنی علیہا علیہ السلام۔

جبرئیل نے کہا اے محمد کے گھر کے تمام آدمیوں کو باہر نکال  
دیا جائے۔ ہاں صرف آپ کا وصی یہ وصیت نامہ لینے کے  
لئے اندر رہے۔ اور پھر آپ ہمارے سامنے ان کو یہ وصیت  
نامہ دیں اور آپ اس کے ضامن بن جائیں۔

چنانچہ جبرئیل کے کہنے پر گھر کے تمام آدمی باہر نکال  
دیئے جاتے ہیں۔

فامر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ باخراج من کان  
فی السبت ما خلا علیا علیہ السلام وفاطمۃ یمابین الستر  
ولباب۔

(ترجمہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سب آدمی ماسوائے  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے باہر چلے گئے اور حضرت سیدہ  
فاطمہ رضی اللہ عنہا پردے اور دروازے کے درمیان  
تھیں۔

اب دیکھئے اس قدر اہتمام ہو جانے کے بعد جبرئیل  
علیہ السلام کیا فرماتے ہیں۔

فقال جبرئیل یا محمد دہل یقرئک السلام و  
یقول ہذا کتاب ما کنت عہدت ایک وشرطت  
لیک وشہدت بہ علیک واشہد بہ علیک ملائکت  
(ترجمہ) جبرئیل نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرا اب

تجھ کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ یہ نوشتہ وہی ہے جس  
کا میں نے تجھ سے عہد و پیمان کیا تھا۔ اور تجھ پر شرط کی  
تھی۔ اور میں اس کے مضمون پر تجھ پر گواہ ہوں۔ اور اپنے  
فرشتوں کو اس کے مضمون پر تجھ پر گواہ بناتا ہوں۔

دیکھئے اس وصیت نامہ کے مضمون پر خود خداوند تعالیٰ  
نبی علیہ السلام پر گواہ بنتا ہے۔ اور اس نے صرف اپنے گواہ  
بننے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ فرشتوں کو بھی نبی علیہ السلام  
پر گواہ بنا دیا۔ دیکھئے ہر گے کیا ہوتا ہے۔

فارتعدت مفاصل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وقال  
یا جبرئیل ربی ہوا السلام ومندا للسلام والیہ یعود  
السلام صدق عز وجل وبرہان الکتاب ندفعہ  
الیہ وامرک ابدفعہ الی امیر المؤمنین علیہ السلام فقال  
لہ اقوامونا جوفا۔

(ترجمہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ کاپنے لگا۔ اور آپ نے  
فرمایا اے جبرائیل خدا کے عز وجل نے شہادت اور گواہ  
بنانے میں ٹھیک کیا۔ پھر جبرائیل نے وہ جبرئیل شدہ وصیت  
نامہ حضور کے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا کہ آپ حضرت علی کے حوالہ  
کر دیں۔ اور اسے کہیں کہ ایک ایک حرف اس کا بغور پڑھیں  
فلا صلاصلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جبرئیل  
شدہ وثیقہ اتنی توثیق کے بعد حضرت علی کے حوالہ کر دیا میں  
پر خود خداوند تعالیٰ گواہ ہوا اور اپنے فرشتوں کو گواہ  
بنایا۔ آگے دیکھئے حضرت علی کس شان سے وصیت نامہ  
وصول کرتے ہیں۔

فقال علی علیہ السلام وانا اشہد لک بابی وادی  
انت بالبلاغ والنصحۃ والتصدیق علی ما قلت ونیشہد  
لک بہ سمعی وبصری وتسی وادی فقال جبرئیل علیہ السلام  
وانا لکما علی ذالک من الشاہدین

(ترجمہ) علی علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے ماں باپ آپ پر قریب  
ہوں میں بھی اس پر شہادت ہوں کہ آپ نے مجھے وصیت نامہ

سے چھین لیا جائے۔ اور نیز اگر تیری عزت کا پردہ چاک کیا جائے۔ تو بھی صبر کرنا ہوگا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا یا رسول اللہؐ میں ایسا ہی کروں گا۔

آگے چل کر حضرت علیؑ نے اس اجمال کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔ کہ میں نے جبرائیلؑ کو دیکھا، کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے تھے۔ کہ آپ علیؑ کو سمجھا دیں کہ تمہاری عزت کا پردہ چاک کر دیا جائے گا۔ اور باللہ اور اس کے رسول کی عزت ہے۔ اور یہ کہ ان کے سر کے خون سے ان کی ڈاڑھی سرخ کی جائے گی۔ حضرت علیؑ فرماتے کہ جب میں نے سینا تو میں منہ کے بل گر پڑا۔ پھر میں نے کہا میں ضرور اس پر عمل کروں گا

**وصیت نامہ پر حضرت علیؑ کا مفصل اقرار** { حضرت علیؑ ان نصائح پر عمل کرنے کا کیا مفصل اقرار فرماتے ہیں جس میں ابہام یا تاویل کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔

و بلیت ان انتھک الحرمۃ عطلت السنۃ وعرق الکتاب و هدمت الکعبۃ و خربت لعیق من راسی بدم علیطہ ابراً و غلبت ابداً حقاً اقدم علیک (ترجمہ) چاہے میری عزت کا پردہ چاک کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مردود طریقے معطل کر دیئے جائیں۔ قرآن پھاڑ دیا جائے کعبہ گرا دیا جائے۔ میرے سر کے خون سے یہ ڈاڑھی سرخ کر دی جائے۔ تو میں ان مصائب پر ہمیشہ صبر کروں گا یہاں تک کہ یا رسول میری آپ سے (قیامت میں) ملاقات ہوگی۔ یعنی مرتے دم تک میں ان نصائح پر عمل کروں گا۔

پہنچا دیتے ہیں۔ میرے ساتھ خیر خواہی کی۔ اور جو آپ نے فرمایا میں اسے سچ ماننا ہوں۔ اور میرے سننے دیکھنے کی قوتیں اور میرا گوشت اور خون بھی اس پر گواہ ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں تم دونوں پر گواہ ہوں۔

اس قدر پختہ کام ہو جانے کے بعد بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان نہیں ہوا۔ دوبارہ حضرت علیؑ سے عہد لیتے ہیں کہ تجھے اس وصیت نامہ پر ہر حالت میں عمل اور میرے اور خدا کے آگے وفا کا اقرار کرنا ہوگا۔ چنانچہ حضرت دوبارہ حضور علیہ السلام کو اطمینان دلاتے ہیں۔ اس پر ہی کیا بس ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ سے عہد لیتے ہیں کہ تم نے اس وصیت پر ضرور عمل کرنا ہوگا۔ اور توجہ قیامت میں مجھ سے ملے تو اس پر تیرا عمل مکمل ہو۔ پھر حضرت علیؑ نے اقرار کیا۔ مگر ابھی تک حضور کو اطمینان نہیں ہوا۔ گویا لغو زبانہ حضرت علیؑ پر اعتبار نہ تھا پھر حضور علیہ السلام جبرائیل و میکائیل اور ملائکہ مقربین کی ایک فوج کو حضرت علیؑ کے اقرار پر گواہ بناتے ہیں۔

**وصیت کا خلاصہ مضمون** { اس وصیت نامہ کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھیکا تو نے بھی اس سے دوستی رکھنی ہوگی۔ اور جو اس سے دشمنی رکھے گا تو نے بھی اس سے دشمنی رکھنی ہوگی۔ والبراءۃ علی الصبر علی العظیم العظیم والعیظ والعیظ ذهاب حقد و غصب خمسک وانتھاک حرقت فقال نعم یا رسول اللہ (ترجمہ) سخت غصہ کی حالت میں بھی صبر کرنا اور اگر تیرا حق غصب کر لیا جائے۔ اور تیرے حصہ کا خمس تجھ

(بسم) ملا خلیل قرطوبی شامی شرح اصول کافی نے "انتھاک حرمتک" کا ترجمہ لکھا ہے "و دریدن پردہ پوشاوت است بامادی عمر" یعنی تیرا پردہ پھاڑ دیا جائیگا۔ یا شامی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دامادی کی طرف دیکھئے وصیت نامہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دامادی کا ذکر موجود ہے۔ انوس کہ حضرت شیعہ اب تک اس واقعہ دامادی کا ذکر نہیں کرتے ہیں جس کی تردید میں کوئی بھی گنجائش نہیں۔ دیکھئے شمس الاسلام مجریہ نمبر ۱۲۱ پیرلنگہ لاہور۔ اس میں نہایت وضاحت سے یہ مسئلہ کتب شیعہ کی معتبر ترین کتابوں کے جوابات سے حل کر دیا ہے۔ بسم ملا خلیل قرطوبی شامی شرح اصول کافی پھر ان انتھاک لخمۃ کی تشریح یوں کرتا ہے کہ مراد غصب و فتنہ من است مگر بز و زواہد گرفت اشارت است بغصب ام کلثوم فاطمہ علیہ السلام یا "یعنی پردہ"۔ کہ کئے جانے سے مراد حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ علیہ السلام کے غصب سے ہے جو کہ زبرد باز و مجھ سے غصب کر لیں گے۔



حضرت علیؑ کے قریب پر خرمی شہادت بتانا رسول اللہ ﷺ حضرت رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ اور حسن حسینؑ کو بلایا اور ان کو بھی یہ سب وصیت نامہ سنا دیا جیسا کہ پہلے حضرت علیؑ کو خوب کھول کر سنایا تھا۔ تو ان سب نے بھی وہی کہا جو حضرت علیؑ نے کہا تھا۔

فَقُمْتُ الْوَصِيَّةَ بِنَوَائِيهِ مِنَ الذَّهَبِ لَمْ تَمْلِكْ النَّارَ  
وَقَعْتُ إِلَىٰ أَيْمَنِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ پھر اس وصیت نامہ  
پر سونے کی ہر لگا دی گئی جسے کبھی آگ نے نہیں چھوا  
تھا۔ پھر وہ وصیت نامہ حضرت علیؑ کے حوالہ کر دیا گیا۔

**خلاصہ وصیت** الغرض اس تذکرہ میں، عہد و پیمان  
اور ملائکہ مقررین بلکہ خود خدا رسول  
کی شہادت کے بعد وصیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ اے علیؑ  
آپ پر جب سخت غصہ کی حالت بھی طاری ہوا تو براحق  
تجھ سے غصہ کر لیا جائے، تیرا خمس تجھ سے چھین لیا  
جائے۔ اور تیری عزت کا پردہ چاک کر دیا جائے۔ ہر  
حالت میں تجھے صبر کرنا ہو گا یہ وصیت کچھ عرصہ کے  
لئے نہیں بلکہ قیامت کے دن عوض پر حاضر ہونے تک  
کے لئے ہے سخت سے سخت مصیبت کی حالت میں بھی  
صبر کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑنا ہو گا۔ پھر اس پر  
خود حضرت علیؑ کا مفصل اقرار کہ میری آنکھوں کے سامنے  
میری عزت کا پردہ چاک کر ڈالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے مروجہ طریقے و سنن معطل کر دیئے جائیں۔  
قرآن مجید کو پھاڑ کر پھینک دیا جائے، اکبر سمار کر  
دیا جائے۔ میرے سر کے خون سے میری ڈاڑھی لاد گول  
کر دی جائے۔ تو میں ہر حالت میں وصیت پر عمل کرؤں گا  
یہاں تک کہ یا رسول اللہ قیامت میں میری آپ سے  
آپ سے ملاقات ہو  
کیا حضرت علیؑ نے وصیت پر عمل کیا؟ اب ہم شیعوہ

اکابر سے پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے اس  
وصیت پر عمل کیا۔ اگر زمانہ خلافت خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ  
تعالیٰ علیہم اجمعین میں اس وصیت پر عمل کرنا ثابت بھی  
ہو جائے تو کیا مرتے دم تک "حقی اقد مر علیک" اس پر  
عامل رہے کیا حمص، جمل اور نہروان میں اس وصیت  
کے حضرت علیؑ نے خود اپنے ہاتھوں تار پود نہیں بکھرے  
اور وہ وصیت جو کتاب تسجیل یعنی رجسٹری شدہ حضرت  
جبریلؑ کے ذریعہ نازل ہوئی تھی جس پر عمل کرنے کا اقرار  
خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ  
سے بار بار صرف اس لئے کر لیا تھا کہ آپ کو یقین نہیں  
آتا تھا کہ حضرت علیؑ مرتے دم تک اس وصیت پر عامل  
رہیں گے۔ اس پر فرشتوں کی شہادت ہوئی۔ خدا و رسول  
نے گواہی دی کیا ایسی زبردست وصیت سے منحرف ہونے  
والا معصوم تو کیا مسلمان کہلانے کا حق بھی ہو سکتا ہے۔  
کیا اس وصیت کے گھڑنے والوں نے دہ پردہ حضرت علیؑ  
پر خوفناک حملہ نہیں کیا "عد گناہ بدتر از گناہ" کی عملی  
مثال دینا میں اس سے بڑھ کر کہیں مل سکتی ہے۔ اگر  
وصیت صحیح ہے تو حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ خاک ہمیشہ  
خارج اند اسلام منکر ذرا، منکر رسول اور شریعت کے  
باغی ثابت ہوتے ہیں۔ وصیت کا قصہ تراشنے والوں نے  
دوستی کے پردہ میں دشمنی کا خوفناک مظاہرہ کیا ہے۔ دورہ  
اہل سنت تو اس قصہ کو بے اصل افترا بلکہ گزشتہ سے کم نہیں  
سمجھتے صحابہ کرام کی کرامت ملاحظہ ہو کہ ان پر طعن کرنے  
والے اور ان کو دائرہ اسلام سے خارج اور منافق سمجھنے  
والے جب حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی فوقیت ثابت کرنے  
کے لئے ایک جعلی قصہ بناتے ہیں جس سے بنیاد آپ کے نادان دوستوں  
کی غرض آپ کو مافوق الفطرت انسان ثابت کرنے کی ہر

دینی لینے کے دیئے پڑ جاتے ہیں  
الجہاں پاؤں کا زلف دراز میں بدلو آپ اپنے دام میں عیاد آگیا

# اشتراکیت کے ملیح آبادی بحیثیت کی عالم بدحواسی میں ہرزہ سرائی

## مولانا ندوی کے باطل شکن خطبہ صدارت پر تلملاہٹ

(۳)

(از جناب مولانا سیاح الدین صنا کا کاخیل)

**غرض و غایت**

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ہم میں نفس عمل مطلوب نہیں بلکہ وہ عمل مطلوب ہے جس کی غرض و غایت مجمع ہو عمل قابل ہے تو غرض و غایت اس کی روح۔ روح نہیں تو بے جان قابل کس کام آسکتا ہے۔ اسلام کو اس سے بحث نہیں کہ اخلاق کی غرض و غایت کیا ہونی چاہیے۔ ہر کام کی ادنیٰ اور اعلیٰ پست اور بلند متعدد غرضیں اور غایتیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن جس حد تک جو غرض فاعل کی ذاتی یا نفسانی غرض و غایت سے پاک ہے۔ اسی قدر وہ بلند اور قابل قدر ہے۔ متعدد آیتوں اور حدیثوں میں اس حقیقت کو خوب اچھی طرح واضح کیا گیا ہے کہ اعمال و اخلاق کی غرض و غایت وہ ہونی چاہیے جو خود غرض سے پاک ہو اور نہایت اعلیٰ دار فاع غرض ہو۔

**رضائے الہی**

اور وہ یہ ہے کہ اسلام میں ہر قسم کے نیک کاموں کی غرض و غایت صرف ایک ہی قرار دی گئی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا مندی ہے۔ ایک سچے مسلمان کو صرف اسی کی خاطر کام کرنا چاہیئے۔ اور اس کے سوا کسی دوسری غرض کو اپنے کام کی بنیاد نہیں بنانا چاہیئے۔

غرض اگر ہمارے اخلاق و اعمال کی غایت، خود غرضی اور کسی نہ کسی طرح کی ذاتی منفعت ہے تو وہ ثواب کی روح سے خالی ہے اور اسلام کی اخلاقی تعلیم اس

پستی سے بہت بلند ہے۔ بلکہ ایک مقام اس کا وہ بھی ہے جہاں اس کی منزل رضائے الہی کی طلب نہیں بلکہ خود ذات الہی ہو جاتی ہے۔

وما تنفقون الا ابتغاء | اور تم خرچ نہیں کرتے مگر وجہ اللہ و بقرہ ۳۷ | اللہ کی ذات کو چاہ کر۔

والذین صبروا ابتغاء | اور جنہوں نے اپنے پروردگار | راہبہم | صبر کیا۔ کی طلب کے لئے صبر کیا۔

اخلاقی احکام کی تعمیل اور ادائے حقوق کی تاکید کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا۔

فَاتَّبِعُوا النُّصُوحَ فِي مَقَالِہِ الْمُسْلِمِ | تو رشتہ دار کا حق ادا کر | و ابن السبیل ذلک خیر | اور غریب کا اور مسافر کا | للذین یریدون وجہ اللہ | ایسا کرنا ان لوگوں کے | واولئک ہم المفلحون | لئے بہتر ہے جو خدا کی

(الہ دم ۴) | ذات کو چاہتے ہیں۔ اور وہی کامیاب ہیں۔

اخلاق کے متعلق مقدس مذہب اسلام میں اس کے علاوہ اور بھی ایسی باتیں ہیں جو اسلام کی خصوصیات و امتیازات میں سے شمار ہو سکتی ہیں۔ اور جن کی بناء پر اسلامی نظام اخلاق کو دوسرے مذاہب اور اقوام عالم کے اخلاق سے ممتاز قرار دیا جاسکتا ہے مگر طوالت کے خوف سے ہم مجبوراً ان تفصیل کو نظر انداز کر کے اسی پر اکتفا کرتے

میں۔

تیلیس کرنا اور نادانانہ واقف نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ تاکہ وہ نوجوان "عام اخلاق" ہی کو اسلامی اخلاق سمجھ کر ان سب عام اخلاق "کو اسلام کے نام سے ہڑتاکریں۔ اور اسی طرح وہ بد اخلاقی پھیل جائے جو کہ اشتراکیت کا مقصد و غلتا اور اس "مذہب" کے ایجاد کی غرض و غایت ہے

**اشتراکیت اور اخلاق** | اس سلسلہ میں یہ اظہار کرنا بھی ضروری ہے کہ مولانا ندوی

اخلاق کے متعلق ان اجمالی اشارات سے جن میں تفصیلات کے ہزار دفتر پنہاں ہیں، ہر ذی فہم یہ سمجھ سکتا ہے کہ اپنی تکمیلی اور انتہائی شان میں عبادات کی طرح اہمیت و حیثیت رکھنے کے لحاظ سے بلکہ حقوق العباد کے عبادات سے بھی ایک جہت سے مزیت و اہمیت رکھنے کے اعتبار سے، اخلاقی معلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتیادی شان اور سب سے عالی درجہ پرہیزگار ہونے، اسلام کے مخصوص فلسفہ اخلاق کے ہونے، بے غرضی، نیت صحیحہ، ایمان کو اخلاق کے حسن کے لئے شرط و قرار دیا جائے، اعلا و ارفع غرض و غایت رضائے الہی بلکہ ذات الہی کے مطلوب مقصود ہونے کی بنا پر اور اسی طرح بعض اور دوسری جہات سے اسلام کا "نظام اخلاق" دنیا کی تمام قوموں اور مذہبوں کے اخلاقی نظاموں سے یقیناً ایک جداگانہ اور مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اور جامعیت بہر گیری اور مختلف وجوہ سے مخصوص امتیازات جو قدرت نے اس نظام کو نصیب کر کے نعمت کا اہتمام کیا ہے۔ و دنیا کے کسی عام اخلاق کو ہرگز ہرگز حاصل نہیں۔ تعجب ہے کہ ایسے صاف و سترح حقیقت کو جو قرآن مجید کی آیات بینات اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسخوں صریحہ سے مستفاد اور جھلکتی ہے، ملیح آبادی صاحب کس قدر دیدہ دلیری کے ساتھ باطل ٹہرانے کی جرأت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مولانا کا یہ دعویٰ خود قرآن مجید سے باطل ثابت ہوتا ہے۔ معلوم نہیں کہ ملیح آبادی صاحب نے قرآن مجید دیکھا ہی نہیں یا سمجھے نہیں یا جان بوجھ کر قصداً

کے خلیفہ میں "اسلام کے نظام اخلاق" کے نفاذ کو سن کر ملیح آبادی صاحب کے بگڑنے اور اس کی تغلیط کرنے کی وجہ کیا ہے؟ مولانا ندوی نے مسلمانوں کو اپنے نظام اخلاق کی طرف دعوت دے کر ملیح آبادی صاحب کا نقصان کیا کر دیا ہے۔ کہ وہ خواہ مخواہ اس بے ضرر جملے کو بھی مجروح کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھ سکا؟ اس کی وجہ سرفہرہ ہی ہے۔ کہ اشتراکیت زدہ حضرات اپنے پیش روؤں کی تقلید میں اخلاق کو اور اخلاق کے سانچے میں ڈھلی ہوئی زندگی کو کچھ اہمیت نہیں دیتے۔ ان کے ہاں اصل سوال ہر جگہ صرف معاشی مسائل کا ہے۔ اور ان کو صرف اس قدر مطلوب ہے کہ ان کے لئے مطاعم و ملائیں و منار کے کی کوئی صورت جن طرح بھی ہو بن جائے خواہ اس سلسلہ میں ان کو انہی ذرائع و وسائل سے کام لینا پڑے جن کو مذہب کی زبان میں بد اخلاقی اور سبیت کہا جاتا ہے۔ اور یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ آپ اشتراکی نظام کے علمبردار بالشریکوں کی حالت دیکھئے وہاں کیا ہو رہا ہے اور جس کو ہم اپنی اصطلاح میں عصمت فروشمہ اور عصمت دہی کے نام سے بد اخلاقی کی فہرست میں داخل کرتے ہیں وہاں پر یہی چیز کس قدر عام اخلاق

لے یہاں تک تو جو کچھ لکھا گیا وہ حضرت علامہ سید سلیمان صدیقی زید مجاہد کی بے نظیر تصنیف سیرۃ النبی جلد ششم کے ابتدائی کچھ حصہ کو مختصر و مفصل کر کے لکھا گیا ہے اگر ملیح آبادی صاحب اسلام کے نظام اخلاق کے امتیازی کمالات کو واقعہ سمجھنا چاہتے ہیں۔ تو سیرۃ النبی جلد ششم کو مارکس لینن کی عقیدت کی عینک اتار کر بغور مطالعہ کرے۔ امید ہے کہ اس مطالعہ سے پھر اس کا ذہن و قلب صاف ہو جائے گا۔

اور "معروف" کے نام سے جاری ہے۔ چند حوالے ملاحظہ کیجئے :-

اخلاقی دباؤ کی اس کمی کا نتیجہ تھا کہ فتنے کے بعد بالشویک سپاہی شہوانی بدستی میں مبتلا ہو گئے۔ اپان اسلامز اینڈ بالشوزم (۱۹۷۲ء) ذہن و مرد کے تعلقات کو اخلاقی روابط کے حدود میں داخل کرنے کے لئے جس نکاح کو آپ مرد و عورت کے درمی قیود سے رہے ہیں۔ وہاں ہر اشتراکی دنیا میں عملاً مرد و عورت کے تعلقات کو نکاح کی ان "قیود" سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ نکاح کی کوئی اہمیت و ضرورت نہیں اخلاق کے بارے میں جو جدید اشتراکی تخیلات ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ آزاد محبت، استساخا نکاح اور اس سے زیادہ سستی طلاق، روسی سائنسدان اینٹنن نیس لوف جو اشتراکیت کے پرچم پر چلے چاہی ہیں اپنی کتاب "بیا لوجیکل ٹریجڈی آف لیمن" میں لکھتے ہیں :-

"روس فروردوں میں جنسی ابتری عام ہو گئی ہے اور شہوانیت اور نفسی خواہشات کا طغیان عظیم اشتراکی سوسائٹی کے تمام طبقوں میں چھایا ہوا ہے۔"

(صفحہ ۲۰)

مسٹر ڈیملٹ جو روس میں بلشیم کے کونسل جنرل رہ چکے ہیں لکھتے ہیں :-

جنسی ابتری کے باعث روس میں تقریباً پچاس لاکھ ایسے بچے ہیں جو پیٹ بھر روٹی حاصل کرنے کے لئے اپنے کوروسی فوجیوں کی نفسی خواہشات پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور اشتراکی روس کی حکومت اس کو پرائیویٹ تجارت شمار کرتی ہے اور اس کی اجازت دے کر اپنا مقررہ حصہ وصول کرتی ہے۔

مدینہ جولی نمبر ۱

کہ :-

ممتاز اشتراکی کارکن میڈم اسمیٹو درجہ کہتی ہے کہ ایک روز فاؤنڈنگ ہسپتال میں سولہ سو سال کے دو لڑکے ایک بچہ کو لے کر آئے اور کہنے لگے کہ یہ تم دونوں کا مشترکہ بچہ ہے۔ (مدینہ جولی نمبر ۱) اسی تحریک کے ایک بڑے نامور لیڈر "لینن" کی زندگی کے چند واقعات اور اس کے اخلاق کے چند نمونے دیکھ کر اندازہ لگائیے کہ ان کے ماں اخلاق کی قدر و قیمت کیا ہے۔ "لینن" نے "گورکی" کے ایک سوال کے جواب میں کہا۔ "کس نے تم کو پڑھا دیا ہے کہ ہم لوگ اصول

اخلاقیات پر ایمان رکھتے ہیں۔"

جب اس کے ساتھیوں اور رفقاء کا رنے ناجائز و پیہ وصول کرنے کو جرم قرار دے کر اس امر کی مخالفت کی تو اس نے جواب دیا کہ

"میں خود پیہ وصول کر کے رہوں گا کیا تم لوگوں کے

دماغ اس کی معقولیت اور موزونیت کے متعلق بودا والا متوسط

البتہ اکٹھی نظریات سے بھرے نہیں لیکن تم لوگوں نے

اس وقت میری تعریف کیوں کی تھی جبکہ میں نے نیلا

کے پوسٹ آفس پر چھاپا ہوا تھا اور پندرہ سلی سکے روسی

حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا حالانکہ تم لوگ اس امر

سے خوب واقف تھے کہ اس میں صرف (بودا والا)

متوسط طبقہ کا سرمایہ نہیں ہے بلکہ غریب کسانوں کا

بھی حصہ ہے لیکن شاباش شاباش کے نحمدانہ نعروں

سے تم لوگوں نے میرے دل کو تقویت بخشی۔ دوستو!

ان توہمات سے آزاد ہو جاؤ اور حق و ناحق کی فکر میں

ممت پیڑو۔

لینن ایک دوسرے دوست کو لکھتا ہے۔

لے اس خواہش آپ یہ بھی اندازہ لگائیں کہ اس پرائیویٹ کی کیا حقیقت ہے کہ اس میں بالکل معاشی معلومات ہے کسی کی زندگی خوشحالی سے گذرتی ہے اگر بیس ہے تو بیس بھر روٹی حاصل کرنے کے لئے یہ پرائیویٹ تجارت کیوں جاری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ روس میں سید جھوٹ اور پرائیویٹ کی آج کل اشتراکیت کے اس مذہب میں "عام اخلاق" میں داخل اور ایک مشہور و معروف "معروف" ہے۔ یہ "مسٹر" نہیں۔

آہنی ہاتھوں سے بیدار دانا انسانوں کے دماغ کی ہڈیوں کو چوم چوم کرنا ہمارا کام ہے۔

اس سلسلہ کو مختصر کر کے ہم آخر میں ایک غیر مسلم کی زبان سے باکو اوٹیل کا نگہیں سلسلہ ۱۹۲۰ء کی پالیسی کی تشریح سنا کر ختم کرتے ہیں۔

”باکو کی بائوٹیک اوٹیل کا بنگر میں کی دلچسپ یاد ہمارے ذہن میں ہے جو آج سے اُنیس سال پہلے منعقد ہوئی تھی جس کی کارروائیاں مطبوعہ صورت میں بھی ہم نے دیکھی تھیں اس کانفرنس میں یہ صاف صاف کہا گیا تھا کہ کوئی پروپیگنڈا کتنا ہی ذلیل جھوٹ اور دغا پرست کل ہو اشتعالی مقصد کے حصول کے سلسلہ میں اسے برا نہیں کہا جاسکتا اخلاق (MORALITY) کو بالکل الگ کر دینا چاہیے جتنا ہی جھوٹ ہو گا اتنا ہی جلد کامیاب ہو گا۔

(اسٹیٹمن آف ایتھنکس ۱۹۲۵ء)

ان چیزوں کے علم میں آجانے کے بعد بھی کسی کو خدا کے شہ کے گنہگار نہ کہتا ہے کہ اشتراکیت کے ایجنٹ اسلام کے مستقل نظام اخلاق کی تغلیط صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان کے ہاں اخلاق کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور تمام بد اخلاقیات عام اخلاق اور معروف کے نام سے ان کے ہاں جائز و سائغ ہیں۔ بلکہ آبادی صاف نے جب لکھا کہ

”قرآن نے اخلاق کے ضابطے کی بنیاد پر قرار دی کہ سب آدمی جسے نیکی سمجھتے ہیں نیکی ہے اور سب آدمی جسے برائی سمجھتے ہیں برائی ہے“

تو خود ہی گھبر گیا کہ یہ تو میں نے ایک مبہم سی تعریف کی۔ اور شاید کوئی مجھ سے مؤاخذہ کر کے رموا کر دے تو متنبہ ہو کر جلدی سے ایک جملہ بڑھا دیا۔

”سب آدمیوں سے مطلب اچھے آدمی ہیں“

”ہیں تو اخلاقیات سے کوئی واسطہ ہے اور نہ کسی قوم کے مروجہ اخلاق سے کچھ تعلق“

ٹرائسکی نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ ہمارے جماعت باغی بھیگ مانگنے والوں کا ایک گروہ ہے۔ لیکن نے مطمئن کرنے کے لئے لکھا کہ۔

”ہم مدینہ کے جو اہل کمال کے مالک ہیں ہمارے پاس خانقاہوں اور دوسرے میوزیم کے خزانے دفن ہیں۔ ان سب کو فروخت کر کے ہم روپیہ پا سکتے ہیں ریاست کے مطبع میں خارجی مالک کے بنک نوٹ بے انتہا مقدار میں چھاپ سکتے ہیں۔

اس نے ایک دفعہ ”گور کی“ کو لکھا،

”ہم کلجک میں پیدا ہوئے ہیں۔ لوگوں کے سروں پر تھکی دینا ہمارا کام نہیں ہمارے آہنی ہاتھ اس بیداری سے گرنے چاہئیں کہ لوگوں کے دماغ کی ہڈیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور ان کے جسم کی ہڈیوں سے گودا باہر نکل آئے۔“

ٹرائسکی نے ایک دفعہ بحیثیت سردار ریاست کہا۔

ہیں اعلیٰ متوسط طبقہ کو یکسر فنا کر دینا چاہیے یہاں تک کہ ان کے اصل نسب کا بھی پتہ نہ مل سکے۔“

(ترجمہ کتاب اسلام و اشتراکیت شیر حسین شاہ مرحوم)

دیکھا آپ نے دنیا میں امن چین کی زندگی گزارنے کے لئے جیا کرنے والی جماعت اور غریبوں کو روٹی اور پیٹی دلانے والے گروہ کے سردار نے خود اپنی زندگی کیسے گزار دی۔

اور عام اخلاق کا کیسا نمونہ پیش کیا۔ نہ زمین کی محبت میں دیوانہ ہو کر اس نے بھی اخلاقی اصول کو پامال کیا۔ اخلاقی نظریات کو توہمات قرار دیا۔ اور ان توہمات کی قید سے آزاد رہنے کی تلقین کی۔ اور بر ملا کہنے لگا کہ میں اخلاقیات سے کچھ واسطہ نہیں اور جب جی چاہے

وہ حاکم ہوں یا محکوم یہ فیصلہ آپ کی نقالی کو اپنی نجات کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔ وہ دنیا میں قیصریت اور سکویت کے علمبردار اور پیغمبروں کے بجائے ہلاکوؤں اور چنگیزوں کے جانشین بن گئے۔

قارئین کرام؟ اس عبادت کو پڑھ کر فوراً اندازہ لگائیں کہ ٹرکی، مصر، شام، عراق، ایران وغیرہ وغیرہ کے متعلق جو کچھ مولانا ندوی نے فرمایا ہے کیا موجودہ دور میں یہ سو فیصدی صحیح نہیں؟ اور کیا ہر ملک کے مسلمانوں کے اندر وہی مرض اور باطنی بے اعتدالی اور نظام اجتماعی کے اختلال کی یہ صحیح تشخیص نہیں؟ افراد کی بحث کو چھوڑ دیجئے کہ چند مخصوص افراد کے خیالات نظریات کی درستگی سے پوری قوم کی قوم نہ متاثر ہو سکتی ہے اور نہ بڑے عواقب سے محفوظ ہو سکتی ہے۔ مجموعی طور پر ان ممالک کے مسلمان قومی حیثیت سے واقعہ یوں آپ کی نقالی کا واحد ذریعہ نجات سمجھتے ہیں مسلمانوں کے ان ممالک میں ہر سرائے پر پادریوں اور اراکین حکومت کے ہاتھوں شریعت اسلامی اور شعائر مذہبی کی جو کھلم کھلا مخالفت اور توہین و تحقیر ہو رہی ہے۔ اس کو بڑی العین دیکھتے ہوئے مولانا ندوی کا یہ فرمانا کہ یہ برائے نام اسلامی حکومتیں اور مسلمان موجودہ دور میں قیصریت و سکویت کے علمبردار اور پیغمبروں کے بجائے ہلاکوؤں اور چنگیزوں کے جانشین بن گئے؟ بالکل درست اور ایک حقیقتِ اقیعہ کا قلمدانہ اور بے باکانہ اظہار ہے کہ

ذرا براں میں رہے باقی تو براں میں رہے باقی

وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاک قیصر و کسریٰ

مگر طبع آبادی صاحب نے ایک اور ”مذہب“ کی سینگیں لگا کر ان ممالک کو دیکھا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس صاف و سبز عبادت کا مطلب اس سے ضرور مخفی رہے گا۔ اس لئے وہ پوچھتا ہے۔

مگر پھر بھی ابہام ہی رہا کیونکہ آپ جیسے حضرات کے ہاں ماہ کس، مینسٹران، اچھے آدمی ہیں اور وہ انسانیت کے نجات دہندہ اور بہترین لوگ ہیں۔ اس لئے کہ شاید آپ ان کی پسند و ناپسند کو مذہبی و بدی کا معیار قرار دیتے ہوں۔ اور ہمارے ہاں یہ لوگ ”بڑے آدمیوں“ کی فہرست میں داخل بلکہ نمایاں مقام رکھتے والے ہیں اور اچھے وہ ہیں جن کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے وَلِلّٰهِ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْھُمْ مِنْ الْبَنِیْنِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ الشّٰھِدِ اَعْرَ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ آیتہ را در جب ان مقربان باد گاہ الہی کو پسند و ناپسند اور اخذ و ترک کو مذہبی اور بدی معروف و منکر کا معیار قرار دیا جائے اور ان کے معیار پر جو معروف ہو اس کی طرف دعوت دینا اور ان کے معیار پر جو منکر ہو اس سے روکنا درست ہو۔ تو پھر مولانا ندوی کے اس جملہ پر کہ ”اسلام کا نظام اخلاق مستقل ہے۔ اس قدر سیرج پا ہونے اور اچھلنے کو دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کا معروف و منکر تو ایک ہی شے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ طبع آبادی صاحب اچھے آدمیوں کے لفظ کو مبہم طور سے بیان کر کے اعتراض سے بچنے کی راہ ڈھونڈتے اور ساتھ ہی اپنے نظریہ کا اثبات بھی چاہتے ہیں۔ نیز اس بحث کو ہم بھی یہاں آ کر ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا طبع آبادی صاحب کی اور دہرا افشائیاں ملاحظہ ہوں۔

اسلامی کی اشاعت میں ”اگرچہ اس خطبے کے سب قابل اعتراض حصوں پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ کہہ کر مولانا ندوی کی ایک اور بدوشن عبادت کو نامہ یک کرنے اور حسین کلام پر سیاہ روئی کی سیاہی کا غادرہ ملنے کا ارادہ کرتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں ٹرکی، مصر، شام، عراق، لبنان، شمالی افریقہ، ہندوستان غرض وہ جہاں کہیں بھی خواہ

اس عبادت کا مطلب کیا ہے؟ دنیا بھر کے مسلمانوں کو قیصریت و کسرویت کا علمبردار اور ہلاکوؤں اور جنگیزوں کا جانشین قرار دینے سے آخر مولانا کی مراد کیا ہے۔ ترکوں نے تو اپنے ملک میں شہنشاہی کو ہمیشہ کے لئے سمندر میں غرق کر دیا ہے۔ مگر مولانا انہیں بھی قیصریت و کسرویت کا علمبردار اور ہلاکوؤں اور جنگیزوں کا جانشین بتا رہے ہیں۔

تہ کوں نے اپنے ملک میں شہنشاہی کے نام سے سمندر میں غرق کی ہو تو کی ہے۔ ورنہ وہی شہنشاہی اب جھوٹہ ترکیہ کی صدارت کے عنوان سے اب بھی موجود ہے۔ ہاں ملیح آبادی صاحب واقو کی صحیح تعبیر کرتے تو یوں کہنا چاہیئے تھا۔ کہ نادان ترکوں نے اپنے ملک میں اپنی ایک اقلیتی کی خصوصیت اور خلافت کی اسلامی حقیقت کی تباہی کو پارہ پارہ کر کے فنا کر دیا ہے۔ شہر میں مذہب اسلام کو حکومت ترکیہ کے دستور العمل سے باہر نکال پھینکا ہے۔ اور اب وہ اسلامی حکومت نہیں بلکہ ترک قوم کی حکومت ہے۔ اور چند غلام عربوں کے جرم کی سزا میں، عربی قرآن عربی دین، عربی تہذیب، اور عرب میں جا کر ادا ہونے والے دوسرے ان تمام شعائر کو جن کا تعلق کچھ بھی عربیت سے تھا، ایک ایک کر کے نہایت منتہا طریقہ سے سمندر کی لہروں میں غرق کر دیا ہے۔ اور اب یہ حقیقت ہے کہ ٹرکی میں بھلی بُری، قوی یا ضعیف جیسی بھی کچھ ہے ترک قوم کی حکومت ہے مسلمان قوم کی اور اسلامی حکومت ہرگز نہیں۔ اور خود ترکی وفد کے قول کے مطابق وہ "اول ترک ہیں پھر بعد میں ادہ کچھ" اگرچہ جسمانی طور پر وہ کسی غیر قوم کی غلامی کی نہ خیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یورپ کی ذہنی غلامی کی لعنت میں وہ بعض ان قوموں سے بھی زیادہ گرفتار ہیں جو کسی یورپی طاقت کے بجز استبداد میں مبتلا ہو کر کرا رہے ہیں۔ لیکن قلب و نظر اور ذہن و فکر

کے اعتبار سے اب بھی سراسر مسلمان اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ جب یہ واقعہ ہے کہ وہاں پر قرآن و حدیث کے قانون کی تنقید و اجراء کی بجائے اٹلی ہونٹرز لیٹ جرمی، برطانیہ کے قوانین و ضوابط کی حکمرانی ہے۔ اور دین اسلام کو ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ فقہاء کرام کے اجتہادیات اور فروعیات نہیں، بلکہ قرآن پاک کے حکمت اور دین کے اساسی اصول سے بغاوت ہو رہی ہے۔ تو بس یہی قیصریت و کسرویت کی علمبردار ہے۔ اور یہی ہلاکوہ جنگیز کی جانشینی، اقبال مرحوم نے اس حقیقت کی کیا بہترین تعبیر کی ہے۔

جلال پادشاہی ہو کہ جہوہ تماشا ہو  
جدا ہو دین یا ست تو رہ جاتی ہے جنگیزی

اور فرماتے ہیں کہ

ترک از خود رفتہ و ست فرنگ از ہر شین خود را دوست فرنگ  
نوز گرد کعبہ مارفت حیات کہ گردا فرنگ آید شلاک ثنات  
اگرچہ یورپ کی نقالی کی اس دور اور دین و سیاست کو جدا جدا رکھنے کی اس جدوجہد میں آج کل ٹرکی کا نمبر سب سے اول ہے لیکن مصر، ایران، شام، عراق، افغانستان سب کے سب معمولی جزئی فروق کے ساتھ اسی ہلاکت کے راستہ پر گامزن ہیں۔ جو کعبہ و مدینہ کی بجائے لندن، ماسکو، واشنگٹن اور پیرس کی طرف پہنچانے والا ہے۔

فرمایئے کہ

بتوں سے اُن کو امیدیں خدا سے نو میدی

مجھے بتا تو ہی اور کافر کی کیا ہے

در حقیقت مولانا ندوی کا مطلب بھی یہی تھا کہ جب قوانین الہیہ سے منہ موڑ کر طواغوتی قوانین و ضوابط کی پیروی کو ذریعہ نجات یقین کیا جائے اور ساری کوششیں اسلامی نظام کے جامہ دہی و قائم کرنے کی بجائے غیر الہی اور شیطانی نظام کے اجراء میں شریح کی جائیں۔ تو خواہ ماکم ہو یا مخلوق

یہ قیصریت و کسرت کی غلبہ زداری ہے لہذا ملیح آبادی صاحب  
یہ غلط کہہ رہے ہیں کہ

"غلام ہندوستان اور غلام شمالی افریقہ کے مسلمانوں کو قیصریت  
و کسرت کا علمبردار اور چنگیز کا جانشین کہنا کسی لحاظ سے  
بھی صحیح ہو سکتا ہے؟ مولانا کے خطبے کی یہ سطرین بالکل  
بے معنی ہیں"

مولانا ندوی کی عبارت کی جو تشریح ہم کر چکے ہیں اس  
کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ لوہ پ کی نقالی کرنے  
والے اور غیر الہی نظام کو پسند کرنے والے اور اختیار  
نہ زندگی میں بھی اسلامی احکام کے خلاف چلنے والے "غلام  
ہندوستانی مسلمان" اور "غلام شمالی افریقہ" کے مسلمان  
بھی قیصریت و کسرت کو زندہ کر رہے ہیں اور جہاں  
تک اپنے امدادہ و اختیار کا تعلق ہے وہ اس صدی کے  
چنگیز بن رہے ہیں۔ اگر غلامی کی وجہ سے چنگیز کی طرح ظلم و  
تعدی کا ہاتھ دراندہ کر کے تباہی نہیں مچا سکتے لیکن اسے  
تو یہ بھی رکھتے ہیں کہ چنگیز کی طرح نفس کی خواہشات پر  
کسی قانون الہی کی گرفت نہ ہو۔ تو اچھا ہوگا مولانا ندوی  
کی یہ سطرین بے معنی نہیں لیکن بے معتمد بے معنی لوگوں  
کو سب کچھ بے معنی نظر آتا ہے۔

مولانا ندوی نے اپنے خطبہ میں مسلمانوں کی بہترین  
رہنمائی کر کے ارشاد فرمایا ہے۔

"آج انقلاب کا عہد ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ  
پھر سے اپنی رفتار کی سمت اور زندگی کے مقصد کو درست  
کریں۔ وہ اللہ کے محکم اس کی شریعت کے حامل اور  
دنیا میں اس کی شہنشاہی کے نمایندہ بنیں۔ ان کو پہلے  
اللہ کے قانون کو خود اپنے اندر اور پھر اس کے بعد دوسروں  
کے اوپر نافذ کرنا چاہیئے"

خدا را! مسلمان ان جملوں کو غور سے پڑھ کر اندازہ  
لگائیں کہ اس عہد انقلاب میں مولانا ندوی کی یہ رہنمائی

کس قدر باموقع اور حقیقتہً متقید ہے۔ ان صاف صریح  
جملوں اور اس عبارت کا مطلب کس قدر صاف اور  
واضح ہے۔ لیکن اس پر بھی ملیح آبادی صاحب کا عجیب  
نوٹ ملاحظہ کر کے اس کی ذہنیت کا اندازہ لگائیے  
مندرجہ بالا عبارت درج کرنے کے بعد ارشاد ہے:  
اس عبارت کا مطلب آپ کیا سمجھے؟ کوئی بھی سمجھا  
سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ عبارت سمرے سے کوئی مطلب  
ابھی نہیں رکھتی۔ یہ بھی "دھونسا لوجی" کا ایک نمونہ ہے  
قارئین کرام! خود خیال فرمائیں کہ ایسے کچھ بڑوں  
اور کچھ فہموں کے ان "مفوات" کا جواب لکھا جائے  
تو کیا لکھا جائے۔ تمام خطبہ صدمات کے مضامین کو  
"دھونسا لوجی" کہہ کر بے اثر کرنے کی کوشش کیا  
کوئی طرز متقید اور علی تبصرہ ہو سکتا ہے؟ ملیح آبادی  
صاحب کی تنقید کا نمونہ دیکھئے۔

اگر کھینچ تان کر کوئی مطلب نکالا جاسکتا ہے

تو یہی ہو سکتا ہے کہ مسلمان انقلاب سے دور

رہیں۔ انقلاب میں شریک نہ ہوں۔ روزے

نماز، حج، زکوٰۃ کہے پابند ہو جائیں اور غیروں

کی غلامی میں جس طرح پڑے ہیں اسی طرح پڑے

رہیں۔ گائے، بیل، بھیڑ، بکری، چوہا بلی، جس

طرح اللہ کے محکم ہیں اسی طرح مسلمان بھی اپنے

آپ کو اللہ کا محکم سمجھیں۔ خیردار سمجھو جو جہ سے

کبھی کام نہ لیں۔ اللہ کی شریعت کو۔ مگر اسی

شریعت کو جس پر تھانہ بھون کی ہرنگی ہو۔ اپنے

سہ پرٹھائیں اور ساری دنیا میں پھلتے پھریں۔ کہ

دیکھو ہم ہیں اللہ کی شہنشاہی کے نمائندے۔ وہ

گیا۔ اللہ کا قانون تو آپ خود ہی بتائیے۔ کوئی حقوق

بھی اللہ کے قانون سے باہر ہے۔ باہر جو بھی

سکتی ہے؟



رد مرزائیت

## جواب الجواب

تبلیغ و معالطہ کا شاہکار

(از مرکز تنظیم اہلسنت لاہور)

(نمبر ۲)

ہے تو یہاں فساد و تخریب !

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ محبوبوں دا

بلائے صحت یسے و فرقت یسے

جناب من ! نفس تنظیم کی طرح نفس تبلیغ بھی مقصود

بالذات نہیں ! اسلام سے کٹ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے قدموں سے ہٹ کر کوئی قدر قیمت نہیں ہے

یہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ است

اگر یا د نہ رسیدی تمام بولہبی است

اگر آپ کی نظر میں فی نفس تبلیغ "مقصود ہے تو آپ کو

قادیانی مرکز سے کٹ کر عیسائی مشن سے وابستہ ہو جانا چاہیے

جو صرف ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت پر مشغول ہو کر رہا ہے

وہ یہ سالانہ خرچ کرتا ہے۔

آپ نے یہ بھی خوب فرمایا کہ قادیان میں مزار پر غلاف ہے

نہ بوسہ بانڈی۔ تو آپ کو اس مرکز کے ساتھ تعاون کرنے میں

کیا عذر ہے ؟

اللہ اللہ آپ کی نظر بوسہ بانڈی پر تو جا پڑی مگر نفرت

سازی پر نہ پڑی۔

سچ ہے دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو نظر آتا ہے

مگر اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا۔ جناب والا یہ چیزیں

ان قبیل بدعات فرد ہیں۔ مگر ان حرکات سے کفر لازم نہیں

آتا۔ برخلاف اس کے حضور سزا پور فدا ہوا بی دای کے بعد

تنظیم مرکزیت آپ حیات کا سرچشمہ جوان موجود نہ

پاکر میلے گدے بلکہ کس و نا پاک کے چوہر پر گرے جاتے

ہیں۔ آپ کی طلب صادق ! آپ کی پیاس صحیح ! مگر کیا ہر

بھوکے پیاسے کو چشمہ آب سے سیراب ہونے کی بجائے

تو وہ سرب سے ریت چاٹنے کی اجازت دے دی جائیگی

" جس چیز کو ہم اپنے واسطے آب حیات نہیں سمجھتے ! ہم

تو صرف آب حیات کو آب حیات سمجھتے ہیں، مگر جو چیز

آپ کو دے دی گئی ہے۔ وہ آب حیات تو کیا، آپ بھی نہیں

سراپا سرب ہے

لباس خضر میں یا سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں

اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ سامان پیدا کر

سوال نمبر ۴۔ آپ فرماتے ہیں پیری مریدی بے شک ایک

مفید سلسلہ تھا۔ مگر تبلیغ نہ ہونے سے وہ سلسلہ دکانڈاری

بن کر رہ گیا۔ " قادیان میں جائز سلسلہ پیری مریدی بھی

ہے تنظیم بھی ہے تبلیغ بھی ہے۔ نہ مزار پر غلاف اور نہ بوسہ

بانڈی ہے نہ رقص و سرود ہیں۔ تو آپ کو اس مرکز کے ساتھ

تعاون کرنے میں کیا عذر ہے ؟

جواب۔ یہ فریب غور دگی ہے یا فریب کاری ! جناب والا

پیری مریدی کا سلسلہ تو تبلیغ کے لئے ان سہ عہدہ دکانڈاری

ن کر رہ گیا۔ مگر آج کی تبلیغ کا تو مقصد و منشا یہی دکانڈاری

ہے ؟ تبلیغ اسلام دیاں ہے نہ یہاں ! دیاں غفلت و جمود

مسئلہ جہاد کو خدا اور رسول کی تعلیم کے خلاف مانا ہو۔ اور ہدایت خدا کی ان لوگوں پر جو کسی مدعی کی نسبت وہ بات منسوب کریں جسے وہ خود نہ مانتا ہو۔ اور جو لوگوں میں صرف شرارت کے طور پر جوش و نفرت پھیلانے کی نیت سے اس کی طرف منسوب کریں جسے وہ خود مانتا نہ ہو۔ اور جو لوگوں میں صرف شرارت کے طور پر جوش و نفرت پھیلانے کی نیت سے اس کی طرف منسوب کی جائے۔

جناب من! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھا کہ "اس ملک اور اس زمانے میں دین کے لئے تلوار اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ بعینہ عیسا کہ کوئی شخص دس بچے دن کے وقت کہے کہ نماز ظہر کا وقت نہیں تو کیا اسے نماز کے فربہ کا منکر کہا جائے گا۔" (الفضل ۱۵)

جواب۔ بنی کے رنگ میں ساری امت رنگی ہوئی ہے۔ سب کی تحریر تعمیر کا رنگ ایک ہی ہے۔

دیکھیے! بظاہر کس قدر حسین و دلنشین اور معقول و مدلل مگر درحقیقت کس درجہ پر فریب و دجل آمیز اور نامعقول و بے اصل منطق ہے کیوں صاحب کیا واقعی "حضرت صاحب" نے مسئلہ جہاد کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھا یا آپ اس کی پردہ پوشی کر رہے ہیں؟ اگر آپ کو واقعی "حضرت صاحب" کی اس پر متنازعہ واضح اور شدید تاکید تحریرات کا علم نہیں تو قابل افسوس ہے۔ اور اگر علم ہے تو پھر یہ گمان و پردہ داری اور زیادہ قابل افسوس اور سزاوارہ ملامت ہے۔

ہاتھ لگن کو آدھی کیا۔ ہم یہاں حضرت صاحب کی کتاب وحی سے بطور غور چند آیات نقل کئے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو اور خود سائل کو معلوم ہو سکے کہ لعنت خدا کا مستحق کون ہے اور ہدایت خدا کا مستحق کون ہے۔ اور ہدایت خدا کا حق دار کون؟ (۱) جہاد کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا۔

مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔

(اربعین نمبر ۱۵)

کسی قسم کا دعویٰ نبوت اور تسلیم دعویٰ نبوت کفر صریح اور ظلم عظیم ہے۔ ہمیں آپ کے مذاق سلیم کی داد دینی پڑے گی۔ کہ آپ کفر کے نہ ہر ہاں کو شیراد کی طرح غٹ غٹ پی جاتے ہیں۔ مگر بدعات کے گدے پانی کو دیکھ کر کھو کھو کرتے ہیں شقی! قطب قبول کی طرح خاندان رسول اور جبکہ گوشہ ہول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تو ریگزار کہ بلا میں بے نائل ذبح کر دیتے ہیں مگر میدان عرفات میں پتھر کے خون بہا کا فتویٰ پوچھتے پھرتے ہیں۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی

ہندو واردات مند نے مشورہ کیا۔ قبلہ! میں اپنی جوان لڑکی

کی شادی کہاں کروں؟ فرمایا تم خود اس سے شادی کر لو۔

عرض کیا قبلہ میری لڑکی ہے۔ ارشاد فرمایا۔ کس جگہ اس کا

بیابان کر لو۔ آپ نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے پھر فرمایا

اپنے ساتھ بیابان کر لو؟ عرض کیا۔ کہ یا حضرت وہ تو میری

بیٹی ہے۔ اپنے ساتھ اس کا کس طرح بیابان کر لوں؟ یہ تو پاپ

ہے۔ فرمایا کفر کے ہوتے ہوئے دوسرے پاپ کا سوال ہی غلط

ہے۔ اگر خدا نے تیرا شرک اور کفر ایسا بھاپا پ معاف فرما دیا

تو اس پاپ کا فقر ضامن ہے۔

اس حکیمانہ تبلیغ و ارشاد سے وہ ہندو کفر و شرک سے

ثائب ہو کر خواجہ صاحب کے دست حق پرست پر مشرف ہوا۔

ہوا۔

مقصود اور غرض یہ ہے۔ جہاں کفر و ضلالت کا ظلم عظیم

موجود ہے۔ وہاں لغزش و بدعت اور گناہ و معصیت کا ذکر ہی

مقبول ہے۔ آپ نجاست کفر سے سارا اور مٹھنا پھوننا ملوث و

آلودہ رکھتے ہیں۔ مگر بدعات و گناہات کے چھینٹوں سے دامن

بچا ہی کر پڑتے ہیں۔ اللہ آپ کو صبر و صبر اور صبر و صبر سے

کی توفیق عطا فرمائے۔ آخر اگر تو کھائیں اور گٹھکوں سے پرہیز

پر کیا ہے؟

مرآل عمیرہ۔ جناب دالانے لکھا ہے کہ "مرزا نے دو بڑے

گناہ کئے۔ دعویٰ نبوت اور منسوبی جہاد" لعنت خدا کی اس شخص پر جو

(۲) آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم سے بند کیا گیا۔ سوا ب میرے نظور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں (۱۰ بعین ص ۴۷)

(۳) اب چھوڑ دو جہاد کالے دوستو خیال دین کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے دشمن ہے وہ جہاد کا جو کرتا ہے اب جہاد منسک بنی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد (تبلیغ رسالت جلد نہم ص ۴۹)

کیا محترم خالص صاحب اب بھی جرأت سے کام لے کر اپنے یہ الفاظ دہرائیں گے: "لعنت ہے خدا کی اس شخص پر جو مسئلہ جہاد کو خدا اور رسول کی تعلیم کے خلاف مانے۔" (۴) اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا، سو آج سے دین کے لئے نہ تو حرام کیا گیا ہے (تبلیغ رسالت ص ۳۵-۳۶) (۵) یا دیکھ کہ یہ فرقہ ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے، اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے، بلکہ یہ مبارک فرقہ ظاہر طور پر نہ تو شیعہ طوہر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جان کر نہیں سمجھتا۔ (تبلیغ رسالت جلد نہم ص ۴۷)

(۶) میں نے مدد ہائے جہاد کے مخالف تحریر کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں شائع کیں (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ فاشیہ ص ۴۷)

(۷) سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں لکھیں کیں، ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں کیں، اور پھر میں نے قرین مصلحت

سمجھ کر اس امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزارہ مار پیہ خرچ ہوا۔ (تبلیغ رسالت جلد ششم ص ۱۶)

(۸) میری نبوی اور رسولی مرکز، عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تابندہ و حمایت میں گزرا ہے، اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ پچاس امایاں ان سے بھر سکتی ہیں، میری ہمیشہ کو شش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔ (نریاق القلوب ص ۱۷)

(۹) میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور جہادی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔ غرض میری جماعت سرکار انگریزی کی نمک پرورہ و مدد نیک نامی حاصل کردہ اور محض اور مراحم کو نمٹتے ہیں ان خدا تعالیٰ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش و فدا داری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں عنایت خاص کا مستحق ہوں۔

کفر سے ہے جنہیں انعام کا خواہاں ہونا کون سمجھے، انہیں سب دوزخوں میں

(مرکز) صرف یہ اتنا سمجھتا ہے کہ سرکار و ولایت ایسے خاندان کی نسبت جس کی نسبت گوہر نمٹ عالمیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چھٹیاں (نبوی زبان ملاحظہ ہو!)۔ مرکز) میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے سچے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کا شتہ پودا کی نسبت تو جہ سے کام لے، اور اپنے ماتحت حکام کو مشاہدہ فرمائے کہ وہ بھی کچھ ایک خاص

اب جنگ اور قتل درہ "کسی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے تو حضرت صاحب نے اس دور اور اس زمانہ میں بھی فرق نہیں کیا۔ (ملاحظہ ہو حوالہ نمبر ۱۹)

جناب من! کیا کوئی معقول انسان بشرطیکہ وہ مرنائی نہ ہو مرزا صاحب کے ان تہدیدا میزد و تکرار ارشادات کے پیش نظر یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ غیر مبہم اور واضح احکام "نبوی" بعینہ الحس میں جیسے کوئی شخص دس بچے دن کے وقت کہے کہ نماز ظہر کا وقت نہیں "اول تو کیسے دس بچے ہیں جو ہمارے لئے تو دس بچے ہیں مگر سارے عالم کے لئے دو تین بچے! پھر کیا دس بچے نماز ظہر کا وقت نہیں" کہنے والے کے لئے یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ

اب چھوڑ دو نماز کا اسے دوستو خیال  
دین کے لئے حرام ہے اب ظہر کی نماز  
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے  
پنج وقت کی نمازوں کا اب اختتام ہے  
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے  
اب ظہر کی نماز کا فتویٰ فضول ہے  
دشمن ہے وہ خدا کا جو پڑھتا ہے اب نماز  
منکر بنی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیا "ابچے نماز ظہر کا وقت نہیں" کہنے والے کو یہ باطل و تکرار کہنا ہی پڑے گا کہ اب نماز کا حکم موقوف کر دیا گیا۔ (حوالہ نمبر ۱۹) آج سے ظہر کی نماز خدا کے حکم کے ساتھ بند کی گئی سو اب ظہر کی کوئی نماز نہیں (حوالہ نمبر ۲۰) آج نماز ظہر پڑھنا حرام کر دیا گیا (حوالہ نمبر ۲۱) کیا اسے یہ بھی ہر حال کہنا پڑے گا کہ نماز ظہر بالکل نہیں نہ اس کی انتظار ہے میں نہ ظاہر طور پر نہ پوشیدہ طور پر نماز کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔ (حوالہ نمبر ۲۲) کیا اسے یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ میں نے ہزاروں لاکھوں روپیہ صرف کر کے نماز ظہر کے خلاف پچاس المادیاں کتابیں لکھ کر عرب و عجم میں شائع کی ہیں (حوالہ نمبر ۲۳-۲۴-۲۵)

عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ دوسرا قابل گوشن یہ ہے کہ میں اپنی ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دورہ کر دوں۔

درخواست بحضور جناب لفیٹٹ گورنر بہادر دہلی و ام القیاد  
منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان مورخہ ۲۷ فروری  
۱۸۹۵ء

(۱۰) میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے غلط خیالات چھوڑ دیئے یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے (شمارہ قصیرہ ۱۸) تک عشرہ کامل۔

نبی کی ان تصریحات خصوصاً خط کشیدہ جہاد کے پیش نظر "صحابی" کی تاویلات کی داد دیکھئے اور دریافت کیجئے جناب والا کیا آپ وحی قادیانی یا الفاظ "مہربانی" میں کہیں "اس ملک اور اس زمانے" کی قید دکھلا سکتے ہیں؟ تصریح نہ سہی کوئی اشارہ یا کنایہ اس کا مل سکتا ہے کہ بطور عقیدہ نہیں بلکہ بطور پالیسی جہاد کو مسوخ نہیں بلکہ ملتوی کیا جاتا ہے۔ جب نبی نے کتاب اللہ کی مطلق آیات کی مسوخ کرتے ہوئے جہاد کی عمومی اباحت و حلیت بلکہ امر و وجوب کو ہمیشہ کے لئے مطلقاً حرام کر دیا تو "صحابی کا حق نہیں کہ وہ "نبی کی اس" مطلق حرمت کو اس ملک اور زمانے تک محدود و متعینہ کر لے۔

پھر ہم یہ عرض کرنے کی بھی اجازت چاہتے ہیں "اس ملک کے اور اس زمانے" میں صرف دین کے لئے حرام ہے

اور کیا۔" ان کے نماز ظہر کا وقت نہیں کہنے والے کو یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ نماز ظہر کے مسائل احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ یہ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں (حوالہ نمبر ۱) اور جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے نماز ظہر کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مان لینا ہی مسئلہ نماز کا انکار کرنا۔ (حوالہ نمبر ۲) اور میری پچاس ہزار کے قریب کتابوں کی اشاعت کے نتیجے میں لاکھوں انسانوں نے نماز کے غلط خیالات چھوڑ دیئے (حوالہ نمبر ۳) ہم جناب خاں صاحب کا یہ فادمولہ صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ کسی مدعی کی نسبت وہ بات منسوب کرنا جیسے وہ خود نہ ماننا ہوشیارات ہے مگر آپ سے صرف اس قدر ضرور دریافت کریں گے کہ حضرت صاحب کے ان متعدد اعلانات واضح بیانات اور غیر مبہم اشارات کی موجودگی میں تیغ جہاد کو ان کی طرف منسوب کرنا شرارت ہے۔ یا "اس ملک یا اس زمانے میں تلوار اٹھانے کی ضرورت نہیں" منسوب کرنا۔ یہ ہیں تھے مفسد ہیں تھے جاہل، ہیں نے یہیں جہاد ڈالی مگر بتاؤ تو اب کدھر سے ہوا شرارت کی آ رہی ہے پھر آپ نے لکھ کر تو سونے پر سہاگ کر دیا کہ خدا انصاف کریں کہ کونسا اعلان جہاد موجودہ صدی کے مسلمانوں نے کیا اور مرزائی اس سے اختلاف کر کے گھروں میں بیٹھے رہے۔ اور میدان کا زار میں شریک نہ ہوئے۔ آپ نے بھی تو "قلی جہاد" کی تعلیم دی ہے۔ اور جنگی جہاد کا اعلان آپ بھی نہیں کر سکے" (الفضل ایضاً)

مسٹر ریزے میکڈالڈ نے سکھوں کو دیکھ کر قوم کا خطاب دے کر یقیناً آپ کو لوگوں کی حق تلفی کی ہے کسی بھی مٹری کو لے لو اس کی بات کا آگیا چھپا نہیں ملے گا۔ ان کے لٹریچر کی ہر سطر دلچسپ اور مضحکہ انگیز انصاف کیجئے ان سطور میں کس قدر دلچسپی کا سامان موجود ہے۔ "صدی کے مجدد" وقت کے نبی، "دین کے امام" مسیح موعود، "خدا جانے کیا کیا تو ہوں مرزا صاحب! اور اعلان جہاد کریں مسلمان! چوکی

تو کھائیں آپ اور خون دیں ہم! ہمدی ماں تو فرما ہیں سے نیرہ ہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کار نہ اور میدان کا زار نہ گم موجودہ صدی کے مسلمان! بیٹھا بیٹھا ہپ اور کڑا کڑا قصو ع

بسوخت عقل نہ حیرت کہ اس چہ بوا بھی ست

اللہ اللہ! یہ مبداء فیض بھی کتنا دلچسپ ہے جو اپنے افضل اور بہترین کی نبوت کا طول و عرض تو انگریز کی خوشام اور انداز و تملق و چاپلوسی تک محدود رکھتا ہے۔ اپنے مقرب و اقرب رسول کے غلبہ کفر کی بقا و حفاظت کے لئے وقف اور مخصوص کر دیتا ہے۔ اسے تمام عمر گوڈنٹ عالیہ سے خدمات خاصہ کے صلے میں "اتحت حکام کی خاص توجہ" کی گداگری میں مصروف مشغول رکھتا ہے۔ اور "کسی" کے نمک بردار وہ نیک نامی حاصل کردہ مورد مراحم اور خود کاشٹ پودہ کی نبوت و رسالت کی جولانیوں کو تو ظل الہی، "اولی الامر" کی تائید و حمایت اور فریضہ جہاد کی پھر زور و زورید مخالفت میں پچاس ہزار کتابیں لکھنے کے قلمی جہاد میں محدود و مقید کر دیتا ہے مگر جنگی جہاد "کفار" کے لئے چھوڑ دیتا ہے مگر

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو ہو کب زندگی

کون رہبر ہو سکے جب حضر بہکانے لگے

تحقیق مسئلہ نبوت

سوال نمبر ۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف آپ کو سب سے بڑی چڑر باقنضائے ایمان و تحفظ ناموس رسول

مرکز (دعوی نبوت کی ہے۔ لعنت خدا کی اس پر جو مرزا صاحب کو ان معنوں میں نبی مانتا ہو۔ جو کہ آپ لوگ نبی کے کرتے ہیں (ذرا سوچ کر فرمائیے! مرکز) حضرت مرزا صاحب نے دعوی نبوت کے ساتھ تعریف نبوت میں بھی تبدیلی کی ہے (یک یشد و شد! مرکز شریعت لانے والی بعثت بالاتفاق ختم ہے شریعت نہ لانے والی مگر ہوا راست اللہ تعالیٰ سے عطا ہونے والی بعثت (بھی) بالاتفاق ختم ایک

تیسری بعثت ہے جو نفاذِ عقیقہ ہے، جو خانی الرسول مقام کی ہے اور جو صرف تبعہ میں محمدیہ کے لئے مخصوص ہے۔ امام قادیانی نے صرف اس میری بعثت کا دعویٰ کیا ہے حضرت مرزا و اہل میں علمائے ظاہر کی طرح اس مقام کو از قسم غیر نبوت بیان کرتے رہے مگر بعد میں خدا سے علم پا کر از قسم نبوت قرار دیا۔ مقام اور درجہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ بلکہ صرف تعریف میں تبدیلی کی ہے آپ لوگوں کی دیا ننداری کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب کے خلاف اپنے اعتراض کو ان کے صحیح دعویٰ کی حد تک محدود رکھتے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے، کہ یہ تیرا مقام از قسم نبوت نہیں۔ آپ لوگ دیدہ و دانستہ عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے اور ایسا شور و غوغا کرتے ہیں کہ گویا حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ ار بعثت از قسم اول ہو کر باغ ختم نبوت محمدیہ کو اُجاڑ دیا ہے۔ (الفضل ۵/۴)

جواب نمبر ۳۔ ع۔ چہ دلاور است و زد دیے کہ کيف چراغ دارد و مرزا صاحب کی بعثت سے باز نہ جہاں میں جنس لعنت کی افراط و تہات ہو گئی۔ مرزا ائی لڑ پھر "لعنت لعنت" سے بھرا پڑا ہے۔ ہمارے خاں صاحب بھی بات بات پر لعنت لعنت فرماتے ہیں۔ اشاعتِ گدشتہ میں دکھلایا جا چکا ہے کہ آپ نے لکھا تھا "لعنت خدا کی اس شخص پر جو مسئلہ جہاد کو خدا و رسول کی تعلیم کے خلاف ماننا ہو ہم نے اس کے جواب میں عرض کر دیا تھا کہ اس جو کا مصداق کون ہے جو جہاد کو خدا و رسول کی تعلیم کے خلاف مطلقاً حرام کہتا ہے۔ اور اسے غلط، غلیظ اور اجتہادِ خیالات سے تعبیر کرتا ہے۔ اب خاں تحریر فرماتے ہیں: "لعنت خدا کی اس پر جو مرزا صاحب کو ان معنوں میں نبی ماننا ہو جو کہ آپ لوگ نبی کے کرتے ہیں۔

جناب والا! ہم تو "نبی" کا معنی نبی کرتے ہیں۔ اگر ماں بول کر اس سے مراد بیٹی، بہن سے مراد بیوی، بیوی سے مراد ماں لینا جائز ہے۔ اور دنیا میں کہیں باپ کے معنی گدھا اور گدھے کا معنی باپ کہا جاتا ہے۔ تو آپ "نبی" کے لفظ کا معنی

ولی۔ مجدد۔ محدث جو پا ہے کر سکتے ہیں لیکن اگر سوائی میں گدھے کو گدھا کہتے کو کتا، باپ کو باپ، ماں کو ماں، بیٹی کو بیٹی، بیوی کو بیوی اور بہن کو بہن کہا جائے اور اگر ہاتھی کے دانت کھانے کے اور اور دکھانے کے اور نہیں ہیں۔ اور آپ واقعی معقولیت، رواج، دستور، لغت، اور محاورہ کے خلاف مرزا صاحب کو دیسا ہی "نبی" سمجھتے ہیں، جیسا کہتے ہیں۔ یعنی غیر نبی تو پھر یہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا؟ کیا امت محمدیہ میں اور مجدد و محدث نہیں گزرے؟ پھر آپ انہیں "نبی" کیوں نہیں کہتے، ان کی از واج مطہرات کو ام المومنین اور ان کے مصاحبوں کو صحابہ کیوں نہیں کہتے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، امام غزالی ابن تیمیہ ابن قیم، مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ کو علیہ الصلوٰۃ والسلام کیوں نہیں کہتے؟ آپ لعنت کی بوجھ سے نبی کے جس معنی کو چھپاتے ہیں۔ یہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی نشان دہی اور غمازی کر دیتا ہے

ہم نے چھپایا لاکھ محبت نہ چھپ سکی  
آنکھوں نے روکے یا رہے اظہار کر دیا

بہر حال محترم خاں صاحب نے مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کے ساتھ تعریفِ نبوت میں بھی تبدیلی کی ہے۔ ہم عرض کریں گے کہ مرزا صاحب کی پوزیشن صاف کرنے کے لئے کیا منطق معقول ہے۔ اس طرح تو آپ ہمارے اعتراض کی دلدل سے نکالتے نکالتے مرزا صاحب کو اور دھناتے چلے جائیں گے حقیقت یہ ہے کہ ایک جھوٹ یا غلط کو چھپانے کے لئے انسان کو کئی جھوٹ بولنے اور کئی پاٹریلے پڑتے ہیں۔ دعویٰ نبوت ایک جرم اب اس کی جوابدہی اور پردہ داری کے لئے تعریفِ نبوت میں تبدیلی دوسرا جرم! اس سے مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کس طرح صحیح قرار دیا جائے گا؟ مثلاً ایک چور صاحب اگر نقب لگا کر کسی کے مال دزدہ پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے پکھڑے جائیں اور کہنے

ورنہ صدیق اکبرؓ سے لے کر مرزا صاحب کے والد محترم تک کسی نے بھی یہ تفریق و تقسیم کی؟ خود مرزا صاحب نشہ نبوت چڑھنے تک اس تقسیم کے شدید خلاف تھے۔ تحریر فرماتے ہیں :-

”قرآن شریف میں ختم نبوت کا یہ کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے، نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لا بنی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔“ (امام صلح ص ۱۲۷)

مگر بعد میں اپنی نبوت کی گنجائش پیدا کرنے کے لئے یہ تفریق و تقسیم کا لا تنہا ہی سلسلہ شروع کیا۔

راہ نہاں کہ نہ اہدواءت بکس نہ گفت

در حیرتم کہ بادہ فروش اندکجا شنید

آپ کہتے ہیں ”بادہ فروش اندکجا شنید“ حضرت صاحب اوائلی میں علمائے ظاہر کی طرح اس مقام کو اذ قسم غیر نبوت بیان کرتے رہے۔ مگر بعد میں خدا سے علم پاکر اس مقام کو اذ قسم نبوت قرار دیا۔ ہم عرض کریں گے۔ اسی کا نام تشریع نبوت ہے جس کا آپ کو انکار ہے۔ آخر یہ کیسا خدا سے علم ہے جس کا انحراف کو علم ہے۔ نہ صحابہ کرام کو جس کی تائید کتاب اللہ سے ہوتی ہے نہ سنت رسول اللہ سے۔ اگر یہ واقعی خدائی علم ہے کہ مخلوق خدا پر حجت ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔ تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ

مرزا صاحب تشریعی نبی ہیں۔ ماہوادی چندہ کی فریفت، جہاد کی مخالفت، مرزائی عورتوں کی سلمان مردوں پر حکومت، معصوم سلمان بچوں کی نماز جنازہ کی مانعت، اور تقسیم و تفریق اور جدید تعبیر و تعریف آپ کے صاحب شریعت ہونے کا کیا کم ثبوت ہے؟ اور اگر واقعی مرزا صاحب دعویٰ راہ بعثت اذ قسم اول (تشریعی نبوت) نہیں۔ اور یہ صرف ہمارا شور و غوغا ہے۔ تو پھر آپ کو لا محالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے بعد میں جو خدا سے علم پایا ہے۔ یہ انہیں دہوکا ہوا ہے۔ دراصل یہ علم

لگیں میں چور تھوڑا ہوں میں تو آپ کا جہان ہوں۔ آپ کے گھر پر ہوں یا فرمانے لگیں میں تو پولیس افسر ہوں گو فرسٹ کونٹ پر شیعہ ہے۔ تم نے کپڑے کا ناچا نرسٹاک کر رکھا ہے۔ یہ دلفینس آفٹ انڈیا یا بیٹ ہے۔ میں خانہ تلاشی کے لئے آیا ہوں۔ اس پر احرامی یا تنظیمی صاحب خاں جوتا ہاتھ میں لے کر نڑا تڑا سر پر رسید کرتے جائیں۔ اور کہتے ہیں۔ رات کے دو بجے مکان کے عقب میں نقب لگا کر یہ مال بردہ ای چوری ہے نہ کہ جہانی و نفیش۔ اب وہ چور صاحب صبر و شکر سے جوتے کھاتے ہوئے معصومانہ انداز میں فرماتے لگیں ہم تو اسے جہانی سے تعبیر کریں گے لکل ان یصطلم ہم تو آپ کے جہان میں۔ اور اہل شاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آپ سے اپنا حق جہانی و لدول کر رہے تھے ہم تو حضور کی اس صحیح حدیث کی قبیل میں تمہارے جہان ہوئے میں تم ہیں چور کیوں کر کہہ سکتے ہو۔ ہمیں چور کہنا خدا رسول کی سرتیج توہین اور کفر و ضلالت ہے۔ یہ چوری نہیں چوری تو تب ہوتی کہ ہم دن کے بارہ بجے آپ کے سامنے مال اٹھاتے۔ اب چوری اور جہانی کی اس جدید تعریف سے اگر وہ چور جہان قرار دیا جا کر میزبان کے جوتے اور جیل کی ہوا کھانے سے بچ سکتا ہے تو حضرت مرزا صاحب کا دامن بھی اس تاویل سے پاک ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

نبوت مرزا التشریعی یا غیر تشریعی؟

محترم خاں صاحب کو اس بات پر بڑا اصرار ہے۔ کہ مرزا صاحب نے صرف تیسری نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو اذ قسم نبوت نہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ نبوت کی اقسام کا یہ سیفہ آخر پھوٹا کیوں؟ شریعت لانے والی کامل، ناقص، ظلی، بروزی، امتی، فنا فی الرسول مقام والی، پوری، ادھوری، مستقل غیر مستقل، حقیقی، مجازی کی تقسیم و تفریق ہی اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب نے دین کی تعریف اور شریعت میں مداخلت کی ہے۔

کبھی نہیں کر سکتا۔

بہر حال آپ تو تشریحی نبوت کے الزام کی تردید کرتے کرتے اس کی تصدیق فرمائے۔ کتاب اللہ و سنت و اجماع امت کے خلاف مرزا صاحب خدا سے علم پاکر نبوت کی تقسیم و تقسیم کو کئی کئی تعریفیں کریں۔ مگر پھر بھی "تشریحی نبوت" کے دعوؤں سے اپنا دامن پاک رکھیں۔

آتے ہیں وہ خوابوں میں خیالوں میں دلوں میں پھر ہم سے یہ کہتے ہیں کہ ہم پر وہ نہیں ہیں آپ فرما سکتے ہیں یہ تو الٰہی بحث و تمیص اور منطقی گفتگو ہے تو جناب والا آپ نے تحقیقی انداز بیان کب اختیار فرمایا ہے چونکہ آپ خود تحقیق کے تصور سے دور بھاگتے ہیں اسی لئے ہمیں اس میدان میں آپ کا تعاقب کرنا پڑتا ہے غیر سن لیجئے برحق صاحب خود ارشاد فرماتے ہیں:-

(۱) یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر و نہی بیان کئے، اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی مثلاً یہ اہام نل للوضیین... الخ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ (البعین نمبر ۷)

(۲) چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے، اور نہی بھی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو لوح کی کشتی قرار دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے اس کو معیار نجات ٹھہرایا (حاشیہ البعین نمبر ۷)

۳۔ کار زلف تست مشک افشانی آتا عاشقان مصلحت را تہمت بر آہوئے چین کردہ اند محترم ناں صاحب فرمائیے کہ امام قادیانی نے صرف تیسری بعثت کا دعویٰ کیا ہے یا بعثت از قسم اول کا؟ (باقی آئندہ)

شیطان سے پایا ہے۔ میں اس سلسلہ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ مختصر یہ کہ جس علم کا منبع یا منشا اور مخزن و مصدر وحی محمدی نہیں یا حدیث نبوی نہیں اور وہ علم جماع امت کے بھی خلاف ہے تو وہ علم ربانی نہیں و سو شیطانی ہے۔ آپ کو شاید علم ہو گا کہ قطب العالم شیخ ابن عربی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ نے ایک دفعہ بے آب و گیاہ جنگل میں آسمان پر بادل کا ٹکڑہ نمودار دیکھا، بارش ہونے کے بعد بادلوں سے ایک روشنی نکل کر تمام آسمان پر پھیل گئی۔ اس روشنی میں ایک عجیب صورت نمودار ہو کر کہنے لگی۔ اے عبدالقادر میں تیرا پردہ دکا رہوں۔ تم پر تمام چیزیں حلال کرتا ہوں۔ جو جی چاہے کھاؤ اور جو پسند ہو کر دو۔ آپ نے استغفار پڑھ کر کہا اے ابلیس یعنی دردہ باش! وہ صورت غائب ہو گئی۔ اور آواز آئی اے شیخ تو نے اپنے علم کے سبب مجھ سے نجات پائی۔ ورنہ میں اس مقام پر دستر بنہ گوں کو گرا کر چکا ہوں۔ آپ نے الحمد للہ پڑھا۔ اور کہا اے ملعون علم کے سبب نہیں محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نجات پائی۔ لوگوں نے سوال کیا حضور کیوں کر سمجھے کہ وہ شیطان ہے۔ فرمایا۔ اس کے یہ کہنے سے کہ محرمات کو تجھ پر حلال کرتا ہوں۔ ورنہ خالی کہ شریعت مکمل اور دین کامل ہو گیا۔ (تائید المستاہیر)

گستاخی معاف! ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ یہ کیسا خدائی علم ہے جو سراپا فضول اور بے کار اور مطلقاً بے غرض و بے مقصد ہے۔ آپ ہی کے الفاظ میں جب مرزا صاحب کے مقام اور درجہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ آپ غیر نبی کے غیر نبی ہی رہے۔ تو نبوت کی تعریف میں تبدیلی سے کیا فائدہ۔ اور اس تبدیلی شدہ برائے نام نبوت کی تجشیش سے کیا حاصل؟ یہ بے ملک کی تاجپوشی اور بے ملک کی تخت نشینی تو مرزا صاحب سے ایک محول ہے یہ محول برش گو فرشتہ تو ہر سال اپنے تئوں "خان بہادر"وں سے کرتی رہتی ہے۔ خدا تو ایسے نبی سے



ملح آبادی صاحبان نے مولانا ندوی کے ان جملوں کو جس میں حکومت الہیہ اور دنیا میں خدا کی شہنشاہی کی نمائندگی کی ترغیب دی ہے۔ اس طرز اور طرز سے بے مطلب بنانے کی کوشش کی ہے کہ دیکھو گائے بیل اور چوہا بلی اور دوسرے حیوانات ہی تو اللہ کے محکوم ہیں۔ تو کیا مسلمان بھی اپنے آپ کو اللہ کا محکوم کر کے گائے بیل اور چوہا بلی بن جائیں۔ اور پھر آگے جا کر کہتا ہے کہ اللہ کے قانون سے تو کوئی یا ہر نہیں۔ اس لئے اللہ کے قانون کو اپنے اوپر اور پھر دوسروں پر نافذ کرانے کا مشورہ ہی جھل اور بے کار ہے۔ طاغوت کے ایجنٹ اور حکومت الہیہ کے دشمن اور نظام جاہلیت سے مکمل آج کل ہر جگہ حکومت الہیہ کی طرف دعوت دینے والوں اور اس کو نصب العین قرار دینے والوں کے مقابلہ میں اپنی تبلیغات سے کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ الفاظ کے بہر پھیر اور زور دار جملوں کے رعب داب مسلمانوں کو غلط راستہ پر لگا کر اصلی نصب العین اور راستہ کی درست سمت اور حقیقی مقصد کو او جھل کر دیں۔

ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک امر تکوینی کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکومت تمام مخلوقات اور مادی و مادی پر قائم ہے۔ تمام اس کے محکوم و مغلوب اور اس کے فیہرست قانون کی بندش میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور دوسری مخلوقات کی طرح انسان بھی خواہ نمون ہو یا کافر اللہ کی اس تکوینی حکومت کے ماتحت ایک محکوم و مغلوب ہے۔ لہذا حکومت الہیہ کے قیام کے مشورہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکومت کا قیام نہیں ہے۔ بلکہ دراصل اس سے مراد اللہ کی شرعی حکومت کا قیام ہے جس کا تعلق صرف انسان سے اور انسان کی زندگی کے بھی اس حصہ سے ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار عطا کیا ہے۔ انسان کی زندگی کا جو حصہ حیوانی اور طبیعی ہے۔ اور جس کے اعتبار سے انسان

یقیناً آپ مولانا ندوی کے جملہ کی مندرجہ بالا عبارت کو پھر خود سے پڑھے معلوم ہو جائے گا کہ ملح آبادی نے جو مطلب نکالا ہے۔ وہ اس عبارت کا واقعی مطلب و مقصد نہیں بلکہ اُس نے اندھا کھنڈہ "خواہ" کھینچ کر ان کے مطلب نکال کر اپنی اندرونی ذہنیت کو آشکارا کرنے کی کوشش کی ہے۔ درج عبارت بالاسے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ مولانا نے فرمایا ہے کہ مسلمان انقلاب سے دور رہیں۔ انقلاب میں شریک نہ ہوں" اس یہ ہدایت فرمائی ہے۔ اور بالکل بجا فرمائی ہے کہ مسلمان اس عہد انقلاب میں رقبہ کی سمت اور زندگی کے مقصد کو درست کریں" رقبہ سے ان کو نہیں روکا۔ بلکہ غلط رقبہ اور غلط سمت کی رفتار کے بجائے صحیح رقبہ کا مشورہ دیا ہے۔ گویا مولانا توصات و مترجہ الفاظ میں درست انقلاب میں شریک ہونے کی رہنمائی فرمائی ہے۔ ان کے محکوم ہونے اور اس کی شریعت کے حامل و عامل ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ نماز اور روزہ حج و زکوٰۃ کی ہدایت یقیناً مولانا نے دی ہے لیکن مسلمانوں کے ساتھ خطاب کرتے وقت ایک عالم دین اور رہبر ملت کا یہ فریضہ ہے کہ ان بنیادی ارکان اسلام کے متعلق ترغیب و تشویق سے ضرور کام لیں تا کہ روزہ کے ساتھ ملح آبادی صاحب کو اس قدر نفی و عداوت کیوں ہے۔ اور ان ارکان اسلام کے نام سے اس قدر تنفر و بیزاری کیوں؟ کہ ان کی پابندی کی ہدایات کو بھی جرائم کی فہرست میں شمار کر کے مولانا کو برا بھلا کہا جا رہا ہے۔ افتر پردازی اور ہمت تراشی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ تمام خطبہ میں کیا کوئی لفظ بھی ایسا مل سکتا ہے جس سے بعید احتمالات کے ساتھ بھی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہو کہ مولانا مسلمانوں کو مشورہ دے رہے ہیں کہ غیروں کی غلامی میں جس طرح پڑے ہیں اسی طرح پڑے رہیں۔ "سبھا تک ہذا بہتان عظیم۔"

کا اشتراک گائے بیل وغیرہ وغیرہ حیوانات کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے حکم تکوین کے ماتحت رکھا ہے۔ اور اس حصہ میں انسان دوسری مخلوقات کی طرح ہر حال میں حکمِ داد و محکوم ہے۔

وَلَا اسْكُنُ مِنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَارْضٰ طَوْعًا وَّكَرْهًا  
وَالْيَدِ بِرِجْعَتِہٖ (ترجمہ) زمین و آسمان کی ہر چیز چاہے  
نا چاہے اسی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کو کہی ہے  
اور سب کو اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

مگر جو حصہ انسانی ہے یعنی جس میں انسان عقل و تمیز  
استعمال کر کے خود اپنے ارادہ و اختیار سے کام کرتا  
ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اسے آزادی عطا کی ہے۔

کہ چاہے اللہ کی بندگی و محکومی اختیار کرے۔ اور چاہے  
غیر اللہ کی حلقہ تکوینی اور حکمرانی کو پسند کرے۔ اس آزاد  
چھوڑنے کا مدعا امتحان و آزمائش ہے۔ جائز اور حق تو  
صرف یہی ہے کہ انسان اپنی زندگی کے اختیار ہی حصہ میں بھی

اسی طرح اس خالق کا مطیع و منقاد ہو جس طرح وہ اپنی  
زندگی کے غیر اختیار ہی حصہ میں اس کا مطیع ہے لیکن  
اللہ نے اس حق پر انسان کو مجبور کرنے کی بجائے اس کو  
آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ خبردار سمجھو جو جسے

کام لیا کر دے۔ اپنے اختیار و ارادوں سے اس حق کو پہچانو۔  
اور اس حق کو پہچان کر اسی شریعت اور قانون الہی کو اپنے  
سر پر اٹھا لو۔ اور ساری دنیا میں چلتے پھرو۔ کہ دیکھو ہم میں

اللہ کی شہنشاہی کے نامزد سے ہم تو اس کی شہنشاہی اور حاکمیت  
تسلیم کر کے اور تشریع کے بھی اختیار و ارادہ سے پابند  
و مجبورین گئے ہیں۔ تم بھی اس طرح مسلم یعنی فرماں بردار  
اور محکوم بن جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار کر کے  
اور اس کی بندگی اختیار کر کے مومن کا کام ختم نہیں ہوتا بلکہ  
بلکہ اس کے بعد یہ خدمت اس کے سپرد کی جاتی ہے۔ کہ وہ  
جابل انسانوں کو اسی حقیقت سے واقف کرانے۔ جس سے وہ

خود واقف ہوا ہے۔ اور باغی انسانوں کو اسی حاکم اعلیٰ کی اطاعت  
پر آمادہ کرے جس کا وہ خود مطیع بنا ہے۔ الغرض انسان  
کی زندگی کے اختیار ہی حصہ میں اللہ کے جس قانون کی  
اطاعت مطلوب ہے۔ وہ اس کا قانون تکوینی نہیں بلکہ اس  
کا قانون شرعی ہے۔ جو رسولوں کے واسطے سے آتا ہے۔  
اور اس قانون کا تعلق عقائد، اخلاق، معاشرت، تمدن  
اور سیاست وغیرہ سے ہے۔ محض تکوینی حیثیت سے اللہ تعالیٰ  
کو خالق اور تدبیر کائنات مان لینا کافی نہیں بلکہ سیاسی حیثیت  
سے بھی اسی کو بادشاہ اور حاکم اور قانون ساز ماننا بھی  
ضروری ہے۔

اس تفصیل سے اندازہ ہو گا۔ کہ مولانا ندوی کی عبادت  
میں اللہ کے محکوم ہونے اور اس کی شہنشاہی اور اللہ کے  
قانون سے مراد کیا ہے۔ اور وہ مراد کس قدر درست اور  
صحیح ہے اور یہ آبادی کا کتنا کس قدر بے جا اور مراسر  
خلاف و اعتدال طبع ہے۔ ہم بتائے دیتے ہیں کہ اللہ کے  
قانون یعنی قانون شرعی سے کرد و کاروں مخلوق سرتابی  
اور بغاوت کر رہی ہے۔ اس قانون شرعی کے ضوابط سے  
کرد و کار انسان باہر رہ کر زندگی گزار رہے ہیں بلکہ خود ان  
مسطورہ کا لکھنے والا یہ آبادی بھی اس قانون شرعی کے  
دائرہ سے باہر نکلا ہوا ہے۔ رسول کو بھی باہر نکالنے کی دعوت  
دے رہے ہیں کیونکہ وہ کھلم کھلا اسلام کے مخصوص عقائد  
مخصوص اخلاق، مخصوص معاشرت و تمدن اور مخصوص اعمال  
سے انکار کر رہے ہیں یا یہ الفاظ دیگر وہ کسی قانون شرعی کے  
وجود ہی سے منکر ہے۔ اور اس کو اگر سمجھا دیا جائے۔ اس  
قانون کی اگر کچھ تشریح کی جائے۔ شریعت الہی کے ضوابط و  
آئین سے اس کو رہنمائی کیا جائے۔ تو یا تو وہ بہکی بہکی باتیں  
کہتا ہے جو باندیوں کا شیوہ ہے۔ اور یا پھر طعنے دیتا ہے  
کہ یہ وہ شرعیت ہے جس پر تھکانہ بھون کی جہر مٹی ہوتی ہے۔  
چونکہ تھکانہ بھون کی مراس پر لگی ہے جو منبع و مرکز اسلام

شک ہو سکتا ہے۔ لیکن قوم پرست مسلمان، اشترکی مسلمان، یعنی اجماع ضدین۔ ضرور اس میں شبہ کر سکتا ہے اور کہہ رہا ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کو سلام کر چکا ہے۔ اب اس کے نظریات و خیالات اور وہ وہی کچھ سمجھتا ہے جو کوئی غیر مسلم سمجھتا ہے۔ اور اس کو سمجھانا چاہتا ہے۔ مولانا ندوی کے خطبہ کی کیا حقیقت ہے۔ وہ تو قرآن مجید کے مقابل میں ہر دلی آپ بیتی کو زیادہ وقعت دینے کا عادی ہوتا ہے۔ اس لئے طبع آبادی صاحب بھی اس عبادت کو نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ سمجھنے کے لئے تیار ہے۔ اور اس لئے جوش سے کہتا ہے۔ کیا مطلب ہے اس لمبی عبادت کا بھی اکوئی مطلب بھی نہیں۔ شخص رعب ڈانے کے لئے خوش نما لفظ جمع کر دیئے گئے ہیں۔

سنت حیرت و استعجاب کا مقام ہے ۷

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اسے خدا لڑنے بھی ہیں پر ہمت میں تلوار بھی نہیں

طبع آبادی صاحب نے قصد تو یہ کیا ہے کہ مولانا ندوی جیسے ممتاز اہل قلم اور سر زمین ہند کے بہترین عالم دین کے مضمون پر یہ تنقید کریں لیکن ایسے جہل جہلوں کوئی مطلب نہیں۔ کوئی سمجھا نہیں کے سوا اور کچھ لکھ ہی نہیں سکتا۔ یہ حق کا رعب و ہیبت ہے کہ طبع آبادی صاحب سے کچھ بن نہیں سکتا۔ اور بہوت و حیران ہو کر ادھر ادھر کی مانگ رہا ہے۔

(باقی آئندہ)

## سُرخ پنسل کا نشان

یہ سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آپ اپنا چندہ بذریعہ مئی آمد ڈر بھیجیں۔ دی پنی کا انتظار نہ کیجئے کیونکہ جنگ کی وجہ سے دی پنی قادم نہیں ملے گی۔ اہل خانہ اس عرضداشت کو ضروری تصور فرمائیں کہ سُرخ نشان دیکھتے ہی چندہ بذریعہ مئی آمد ڈر اہ سال فرمائیں۔

(غلام حسین منیر)

مدینہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے روانہ ہوئی ہے۔ اور جو قرآن وحدیث سے ناخوہ ہے۔ اور طبع آبادی صاحب کی نظریں ماسکو کی جانب لگی ہوئی ہیں۔ اس لئے تھانہ بھون کی ہر شدہ شریعت سے بھی اس لئے نفرت ویزا دی ہے کہ وہ ماسکو کے بجائے مدینہ منورہ سے کیوں آئی ہے۔ مجھے باہر حیرت ہوتی ہے۔ کہ ان منافقین اسلام میں یہ مردانہ ہر کیوں نہیں کہ اپنے تفاق اور باطنی کفر و طغیان کے ان پردوں کو چاک کر کے اس نام کے سلام کے لباس کو اتار کر پھینکیں۔ اور مسلمانوں کو دہوکہ دفریب دے کر ان کے ایمان کو ٹٹے اور تباہ کر کے بجائے مجاہدین کفر و بغاوت کا پرچہ اٹھیں۔ تاکہ نا واقف دھوکہ سے تونج سکیں۔

مسلمان قوم کی تعریف | مولانا ندوی مسلمان قوم کی صحیح تعریف اور وطن پرستوں کے غلط نظریوں کی تفلیط کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

”مسلمانوں کو ان معنوں میں قوم نہیں کہنا چاہئے جن معنوں میں رنگ اور نسل، نسب اور وطن کے اجزائے ترکیبی سے دنیا میں قومیں بنائی جاتی ہیں۔ بلکہ انسانی جماعتوں کا وہ ایسا مجموعہ ہیں جن کے ترکیبی اعضاء خاص خیالات، خاص عقائد، خاص اعمال، خاص اخلاق خاص تمدن خاص اصول سلطنت و حکمرانی ہیں۔ اس لئے وہ دوسری قوموں کے ساتھ متحد و محکوم ہو کر نہیں بلکہ معاند و معادانہ اصول پر دست بن کر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان کا جو وہ دوسری قوموں کے ساتھ مخلوط ہو کر اپنا بڑا رہا ہو گا۔“

کیا کسی مسلمان کو اس عبادت کے مطلب سمجھنے میں کبھی اشکال اور اس مطلب کے بالکل درست ہونے میں کوئی

# استفسارات

سورہ حجرات تک" مثانی" میں (۳) اور سورہ حجرات کے بعد سورہ ق سے لے کر اخیر تک "مفصل" کہلاتی ہیں۔ اور اول کی سات سو تیس بقروں سے انفال تک سبع طوال" کہلاتی ہیں۔ اب حدیث دیکھ لیجئے۔

عن ابن عباس قال قلت لعثمان بن عفان ما حملکم ان عمدتم الی الانفال وہی من المثانی والی برأۃ وہی من المثین وقراءتہم بینہما ولہ تکلنوا بینہما سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم ووضعتوہا فی السبع الطوال ما حملکم علی ذلک

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ آپ حضرت تکلنوا بینہما سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم نے ترتیب قرآنی کے تحت انفال کو جو کہ مثانی سے ہے اور برأۃ کو جو

کہ "مثنین" سے ہے پاس پاس رکھا۔ اور دونوں کے بیچ میں بسم اللہ الرحمن نہیں لکھی۔ اور انفال کو سبع طوال" میں رکھ دیا۔ اس کا کیا باعث ہے؟

فقال عثمان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان قما یا فی علیہ الزمان وہو یُنزل الیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشئ دعا بعض من کان یتکلم فیقول صنعوا ہذا الا یہ فی السورۃ التي ینکر فیہا کذا وکذا وکانت الا نفال من اول ما نزل بالمشۃ وکانت برأۃ من آخر ما نزل من القرآن وکانت قصتها شبیہۃ بقصتها وختیبت انھا صلتا فی نفس ووسری آیت آتی تب بھی

حضرت عثمان نے جواب میں فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ میں کئی کئی صورتوں کا نزول ہوتا رہتا تھا۔ جب کوئی آیت آپ پر آتی تو آپ کسی کا تب کو فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورہ میں لکھ دو۔ اور اسی طرح جب

(سوال) سورہ براءت کی ابتدا میں بسم اللہ نہ لکھتے اور نہ پڑھنے کی وجہ کیا ہے یہ بات دل نشین طریقہ سے سمجھائیے اور نیز بتا دیجئے کہ اہل دو زبان کا کونسا ترجمہ زیادہ مفید اور مستند ہوگا جس کا مطالعہ جاری رکھوں۔ دونوں باتوں کا جواب بذریعہ رسالہ دینا ضروری ہے۔ انتظار ہوگا۔

(ایک خریدار نے پشاور)

(جواب) سورہ براءت "یا توبہ" کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ ہونے کی وجہ جامع القرآن سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ لیکن اس حدیث اور اس کی تشریح کے ذکر کرنے سے قبل بطور تمہید چند اصطلاحی چیزوں کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ آپ کو پھر سمجھنے میں آسانی ہو۔ لہذا اول سمجھ لیجئے کہ

(۱) قرآن مجید کے سورہ کی ترتیب میں اس کی زیادہ اور غالب رعایت کی گئی ہے کہ بڑی بڑی سورتیں اول میں ہیں۔ اور اُن سے چھوٹی اُن کے بعد اور سب سے چھوٹی اخیر میں۔

(۲) اس لحاظ سے قرآن مجید کی سورہ توں کو تین طرح پر تقسیم کیا جاتا ہے (۱) "مثنین" وہ سورتیں کہلاتی ہیں جن میں سو آیتوں سے زیادہ ہوں۔ اور سورہ بقرہ سے لے کر سورہ براءت کے بعد تک سورہ "انفال" کے سوا سب سورہ توں میں سو آیتوں سے زیادہ ہیں۔ اس لئے وہ "مثنین" کہلاتی جاتی ہیں۔ (۲) "مثانی" وہ سورتیں جو مثنین سے کم آیتوں والی ہوں۔ سورہ "انفال" میں اور سی طرح سورہ "یوسف" کے بعد کی اکثر سورتوں میں سو آیتوں سے کم آیتیں ہیں۔ اس لئے وہ "مثانی" کہلاتی ہیں۔

کہ باوجود چھوٹے ہونے کے سورہ انفال کو سبع طوال میں داخل کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جواب سے ان تینوں سوالوں کا جواب پورے طور پر معلوم ہو گیا۔ یعنی آپ نے جواب یہ دیا کہ بسم اللہ کا نازل ہونا آیتوں کے کسی مجموعہ کے مستقل سورت ہونے کی علامت ہوتی تھی۔ اور

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصریح فرماتے کہ یہ آیتیں فلاں سورت کا جزو ہیں۔ تو یہ تصریح ان آیتوں کے جزو سورت ہونے کی نشانی ہوتی۔ سورہ برات میں نہ بسم اللہ نازل ہوئی نہ آپ کی تصریح پائی گئی کہ یہ آیتیں فلاں سورت میں سے ہیں اس لئے اس کا حال مشتبہ رہا کہ آیا یہ کسی سورت کا جزو ہیں یا ایک مستقل سورت ہے میں نے دونوں باتوں کی رعایت کر دی مستقل سورت کے یقین نہ ہونے کی وجہ سے

میں نے اس کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں لکھی۔ اور کسی اور سورت کے جزو نہ ہونے کے یقین نہ ہونے کی بنا پر درمیان میں فصل چھوڑ دیا گیا۔ اس سے دوسرے سوال کا جواب ہو گیا۔ اور جب یہ بھی احتمال ہوا کہ شاید یہ آیتیں کسی سورت کے جزو ہوں تو جس سورت کے ساتھ اس کو زیادہ مناسبت و مشابہت ہوگی جزئیت کے اس احتمال کا وہ زیادہ محل ہوگی۔ اور وہ

سورہ انفال تھی۔ اس لئے دونوں کو پاس پاس رکھ دیا۔ یہ سوال اول کا جواب ہو گیا اب رہا یہ کہ پاس پاس رکھنے کی یہ سورت بھی ہو سکتی تھی کہ ہر آیت کو مقدم رکھتے کہ وہ سبع طوال میں ہو جاتی۔ اور انفال کو مؤخر کرتے تو اس کی ایک

وجہ سوال اول کے جواب سے نکل آئی جس کو غایت ظہور کی وجہ سے حضرت عثمان نے ذکر نہیں فرمایا۔ اور وہ یہ ہے کہ اس سورت میں "ہر آیت" کے جزو انفال ہونے کی رعایت نہ ہوتی۔ بلکہ جس سورت کے بعد وہ لکھی جاتی مثلاً سورہ اعراف اس

میں سے جزو ہونے کا احتمال ہوتا۔ جو مطلوب کے خلاف ہے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مستقل جواب اور دیا۔

سہول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی فرماتے کہ اس آیت یتین لنا تھا منها فمن اجل

ذالك قرئت بينهما ولم اكتب

بينهما سطر بسم الله الرحمن

الرحيم ووضعناها في السبع

الطوال (رواه المترمذی ج ۲)

وابوداؤد وص وکذا اخره في

وابن جابر في صحيحه والحاکم في مستدرک

میں سمجھا کہ یہ اسی کا جزو سے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات ہو گئی۔ اور آپ نے اس کی کوئی تصریح نہیں

فرمائی۔ اس لئے میں نے دونوں کو پاس پاس رکھ دیا۔ اور

درمیان میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی۔ اور

سورہ انفال کو سبع طوال میں رکھ دیا۔

اور تفسیر و مشور میں افراد دار قطعی سے اس

رہایت میں اتنا اور بھی زیادہ ہے کہ جب تک بسم اللہ

نازل نہ ہوتی آیات منزکہ کو سابقہ سورتوں کا جزو سمجھتے

رہتے۔ جب بسم اللہ نازل ہوتی۔ تو دوسری سورت شروع

ہو جاتی۔

حدیث مندرجہ بالا کے الفاظ پر غور کر کے

حضرت ابن عباسؓ کے سوال کی تشریح سمجھئے کہ حضرت

عثمان سے تین سوال کئے گئے

(اول) یہ کہ وجہ ثنائی میں سے ہونے کے انفال میں

اور بوجہ متین میں سے ہونے کے برات میں کوئی تناسب

نہیں۔ پھر ان دونوں کو ایک جگہ کیوں نہ کہا۔

(دوسرا) یہ کہ جب یہ دو سورتیں ہیں۔ تو قرآن مجید کی اور

سورتوں کی طرح ان دونوں کے درمیان میں بسم اللہ

کیوں نہیں لکھی گئی۔

(تیسرا) یہ کہ ہر سے ہونے کی وجہ سے سورہ برات اس

کی مستحق تھی کہ وہ سبع طوال میں رکھی جاتی۔ پھر کیا وجہ

کہ سورۃ انفال "ان سورہ توں میں ہے جو مدینہ منورہ تشریف لائے ہوئے ابتداء حضور پر نازل ہوئیں اور براءۃ" آخر میں نازل شدہ سورہ توں میں، اور اس کا تقاضا کہ ذکر میں انفال پہلے اور براءۃ بعد میں ہو اور جیسا کہ بعض اور مقامات میں ہوتا ہے یہاں اس اقتضاء سے کوئی مانع تھا نہیں پس انفال کو مقدم کر کے سبع طوال میں داخل کیا۔ نزول کے اس تقدم و تاخر کے علاوہ ایک معنوی وجہ بھی ہے کہ ان دونوں کے مضامین اس قدر مربوط و مستقیم واقع ہوئے ہیں کہ گویا "براءۃ کو" انفال "کا تتمہ و تکمیل بنا جائیے سورہ انفال" تمام تر غزوۃ بدر اور اس کے شعلات پر مشتمل ہے۔ یوم بدر کو قرآن نے "یوم الفتحان" کہا کیونکہ اس نے حق و باطل، اسلام و کفر، مومنین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جدا جدا کر کے دکھلادیا۔ بد کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کی تعمیر کا سنگ بنیاد اور حکومت الہی کی تاسیس کا دیباچہ تھا۔ والذین کفروا بعضہم اویاء بعض کے مقابلہ میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف انفال کے خاتمہ پر (لا تفعلوا لکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر کہہ کر توجہ دلائی ہے اس کا صریح اقتضاء ہے کہ اس عالمگیر برادری کا طاق و ارادہ بردست مرکز حستی طوبہ پر بھی دنیا میں قائم ہو جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے سوا نہیں ہو سکتا جس کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے "انفال" کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے اور کافروں کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ داد الاسلام کے آواز مسلمانوں پر ان کی مدت و رفائیت کی کوئی ذمہ داری نہیں مالکم من ولا یتہم من شیئ حتی یہاجروا ہاں صریح استطاعت ان کے لئے دینی مدد بہم پہنچانی چاہیے۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ مرکز اسلام میں موالات و اخوة اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کے

ساتھ جوڑنے کے لئے دو باتوں میں سے ایک ہونی چاہیے یا تمام عرب کے مسلمان ترک وطن کر کے "مدینہ" آجائیں اور اسلامی برادری میں بے روک ٹوک شامل ہوں۔ اور یا آزاد مسلمان مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی ٹوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح ایسی ہموار کر دیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی قی نہ رہے۔ یعنی تقریباً سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی برادری کا نہایت محکمہ شائدہ مستقبل وابستہ ہو سکے۔ یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز و رات کے اندر دینی فتنوں سے بالکل پاک و صاف اور آئنے دن کی بدعہدیوں اور ستم رانیوں سے پورا سامان و مطمئن ہو کر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔ اسی اعلیٰ اور پاک مقصد کے لئے مسلمانوں نے پہلا قدم سنہ ۶ میں میدان بد کی طرف اٹھایا تھا۔ جو آخر کار سنہ ۶ میں مکہ معظمہ کی فتح عظیم پر منتهی ہوا جو فتنے اشاعت یا حفاظت اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے۔ فتح مکہ نے ان کی جڑوں پر تیشہ لگایا لیکن ضرورت تھی کہ دنا کو ہم حق لا تاكون فتنۃ (انفال) کے امتثال میں اسلامی برادری کے مرکز اور حکومت الہیہ کے مستقر جزیرۃ العرب کو فتنہ کے جراثیم سے بالکلہ صاف کر دیا جائے تاکہ دیاں سے تمام دنیا کو اسلامی دیانت اور حقیقی تہذیب کی دعوت دیتے وقت تقریباً سارا جزیرۃ العرب یکجان دیکھان ہو۔ اور کوئی اندرونی کمزوری یا خلفشار بیرونی مزاحمت کے ساتھ مل کر اس مقدس مشن کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ پس جزیرۃ العرب کو ہر قسم کی کمزوریوں اور فتنوں سے پاک کرنے اور عالمگیر دعوت اسلامی کے بلند ترین مقام پر کھڑا کرنے کے لئے لازم ہوا کہ دعوت اسلام کا مرکز خالص اسلامیت کے رنگ میں رنگین ہو۔ اس کے قلب جگر

توبہ کے درمیان میں سے کہیں ابتدا و تلاوت کر رہا ہے۔ ان دونوں حالتوں میں وہ بسم اللہ پڑھا کرے۔ اور جو آپ سے پڑھا ہوا آتا ہو یعنی انفال کی تلاوت کرتا ہوا سورہ براءت کو پڑھنے لگے۔ تو وہ بسم اللہ پڑھے بغیر شروع کرے۔ جیسا کہ مطلقاً سب سورتوں کے اجزاء کا یہی حکم ہے۔ پس حجۃ آج کل حافظوں نے دستور نکالا ہے کہ پہلی دو حالتوں میں بھی بسم اللہ نہیں پڑھتے بلکہ تینوں حالتوں میں خود تہذیبیہ عبارت "اعوذ باللہ من الناس پڑھا کرتے ہیں۔ اس سے اول کی دو حالتوں میں دو خلاف سنت کام کرنے پڑتے ہیں ایک بسم اللہ نہ پڑھنا۔ اور ایک خود ساختہ عبارت پڑھنا۔ اور اخیر حالت میں ایک خلاف سنت، یعنی اثنا عشر قرات میں ایک اپنی طرف سے عندیہ عبارت پڑھنا۔ پس مجموعہ تینوں حالتوں میں تین بدعتوں کا ارتکاب ہوتا ہے۔ جیسا کہ کوئی ادب کسی جزو سورت کے ساتھ ہی معاملہ کرنے لگے یقیناً وہ مخالفت سنت ہو گا۔ کیونکہ ابتدا و قرات میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

جواب (۲) حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ اور اس پر حضرت مولانا علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی زید مجدہم کے فوائد مطبوعہ مدینہ پریس بکنورہ ریو۔ پی، منگائیئے۔ یا حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کا ترجمہ قرآن مجید مطبوعہ اصح المطابع دہلی منگا کر مطالعہ کیجئے بہتر یہ ہو گا کہ کسی سمجھدار عالم سے یا قاعدہ سمجھ کر پڑھنے کا سلسلہ بھی جاری رکھئے اور مطالعہ بھی کیجئے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل نہ بنام غلام حسین منجر  
رسالہ شمس الاسلام "بھیرہ  
ہونی چاہیئے۔

سے صدائے حق کے سوا کوئی دوسری آواز نکل کر دنیا کے کانوں میں نہ پہنچے۔ پورا جزیرہ سارے جہاں کا معلم اور ہادی بنے۔ اور ایمان و کفر کی کشمکش کا ہمیشہ کے لئے یہاں سے خاتمہ ہو جائے۔ سورہ "براءت" کے مضامین کا یہی حاصل ہے۔ چنانچہ چندہ و ثمنیں خدا کی رحمت اور پکائی کی طاقت سے مرکز اسلام ہر طرح کے وسائل کفر و شرک سے پاک ہو گیا۔ اور سادہ عرب متحد ہو کر شخص واحد کی طرح تمام عالم میں نو ہدایت اور عالمگیر اسلامی اخوت پھیلانے کا فیصلہ و ضامن بنا لفظہ الحجل علی ذالک۔ الغرض سورہ انفال میں جس چیز کی ابتدا تھی سورہ توبہ (براءت) میں اسی کی انتہا ہے۔ اسی لئے "اول" یا آخر لیتے دادہ "کے موافق برآءة کو" انفال کے ساتھ بطور مکملہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ اور بھی مناسبات ہیں جن کو علماء کرام نے تفاسیر میں بیان کیا ہے۔ "ما تود انہ بیان القرآن مولانا تھانوی و فوائد القرآن، علامہ عثمانی زید مجدہم)

بسم اللہ کے نہ لکھنے اور نہ پڑھنے کے بارے میں حضرت علیؑ سے بھی ایک ہدایت ہے۔ اور آج کل وہ زبان زبان فرعون و عوام ہے۔ ان البسملۃ امان و براءۃ نزلت بالسیف (ابو الشیخ وابن مردویہ عن ابن عباس) بسم اللہ امان ہے۔ اور سورہ براءت میں تلوار چلانے کا حکم ہے۔ لیکن یہ علت نہیں بلکہ انہوں نے بطور ایک نکتہ کے اس کی حکمت کا بیان فرمایا ہے۔ اصل علت وہی ہے۔ جو خود جامع القرآن حضرت عثمانؓ سے منقول ہے۔

واللہ اعلم،

(فائدہ) جب سورہ توبہ پر بسم اللہ ہونے کی وجہ معلوم ہو گئی۔ کہ وہ سورہ انفال سے جزو ہونے کا احتمال ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص خود اسی سورہ توبہ ہی سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر رہا ہو۔ یا سورہ

# مذہبی، علمی اور تاریخی کتابیں

**ختم النبوة فی القرآن** جس میں تفسیر قرآن کے صحیح معیار پر مفصل بحث کے بعد قرآن مجید کی ایک

سو آیات سے ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ صاحب شریعت جدیدہ پہلی شریعت کا متبع۔ قیمت صرف ۶۰

**معارف لدنیہ** حضرت شیخ الشیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا بے بہا رسالہ بہترین کتابت و طباعت، ایک نادر و نایاب تحفہ ہے۔ معارف مجددیہ کے مشتاق جلد خریدیں۔ قیمت صرف ۱۲۔

**العقل والنقل** جس میں مستند حوالوں اور محققانہ مباحث کے بعد ثابت کیا گیا ہے کہ عقل سلیم اور نقل صحیح میں کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہ کبھی عقل کی سلامتی یا نقل کی صحت میں تصور ہونے کی وجہ سے ایسا پیش آجائے تو اس وقت اس کا فیصلہ کیا ہونا چاہیئے۔ مولفہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قیمت ۱۲۔

**الاسلام** مؤلفہ مولانا عثمانی زید مجتہدہ۔ اسلام کے اکثر اصول کلیہ پر اپنے نرالے اور سادہ پیرایہ میں ایک جامع مانع تقریر۔ قیمت ۱۰۔

**تقریر دلیہ** حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی بے نظیر کتاب جس میں تمام عقائد اسلامیہ کو بہترین عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ قیمت ۶۰

**حجتہ الاسلام** حقانیت اسلام پر مولانا نانوتوی کا دوسرا بہترین مدلل رسالہ ۱۲۔

سیرت خاتم الانبیاء، شہرہ مشاہیر امت، رطائف قاسمیدہ تعلیمات اسلام ۱۲، فضائل رمضان، اعمال قرآنی،

الاقتصاد فی التفسیر والاہتمام اور علم الاولین ۱۔

**امیر المومنین** حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے کراچی جیل میں حضرت شیخ الہند کی اسادتِ دانش کے واقعات نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں جن سے علماء حق کی قربانیوں اور راہ حق میں کٹھن مصیبتوں کی برداشت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ قیمت ۶۰

**جمال القرآن** تجوید کا ایک بہترین رسالہ ہے جس میں تمام ضروری قواعد نہایت آسان طرز و طریقہ سے ملح کئے گئے ہیں۔ قیمت ۶۰ ہدیہ الوحید۔ دارالعلوم دیوبند کے صدقہ القراء اور تاذ کل قاری عبد الوحید صاحب مرحوم کا بہترین رسالہ، جس میں قواعد تجوید نہایت بہترین طریقہ سے سمجھائے گئے ہیں۔ قیمت

**الجواب المبین** مسائل فقہیہ کا جواب امام دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیا گیا ہے۔ عام فہم اور نہایت ہی مفید رسالہ ہے۔ **الصالحات** یا نیک بیبیاں، بی بی علیہ سعیدہ، حضرت خدیجہ الکبریٰ حضرت عائشہ حضرت فاطمہ الزہراء کی مبارک زندگیوں کے حالات غزوتوں کے لئے اس کا پڑھنا پڑھانا نہایت مفید اور ضروری ہے۔ قیمت ۶۰

**چمک حدیث** چالیس اصولی اور بنیادی اخلاقی احادیث اور اس کی شرح ۳۔ صفائی معاملات ۶۔

**علامت امت** از شاہ فیض الدین صاحب دہلوی کا اردو ترجمہ، اسلام اور آریہ سماج کا مناظرہ ۵۔

مندرجہ بالا سب کتب کے علاوہ حضرت مولانا عبد شکور صاحب لکھنوی زید مجدہم کے وہ تمام سائنس و شیعوں کی تردید میں شائع ہوئے ہیں ہمارے ہاں مناسب قیمت پر مل سکتے ہیں شیعوں ہرنائیوں کی تردید کے لئے اگر کتب رسائل کی ضرورت ہو تو ہم کو اطلاع دیجیے بہترین اور کفر شکن کتابیں اور مسائل آپ کی خدمت میں روانہ کئے جائیں گے

صلیٰ کا پتہ: کتب خانہ سعیدیہ جامع مسجد بھیرہ ضلع سرگودھا (پنجاب)